

پہلا مرحلہ

صحیح اسلامی عقیدہ



تالیف

عقیدہ کے ماہر اساتذہ کی ایک جماعت

مراجعہ

منتخب علماء

ناشر:

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ، بنارس





دوسرا مرحلہ

صحیح اسلامی عقیدہ

ششم

تالیف

عقیدہ کے ماہر اساتذہ کی ایک جماعت

مراجعہ

منتخب علماء

ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ، بنارس

سلسلۂ اشاعت : (۴۰۳/۳)

نام کتاب : صحیح اسلامی عقیدہ

تالیف : عقیدہ کے ماہر اساتذہ کی ایک جماعت

مراجعہ : منتخب علماء

ناشر : ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس

اشاعت اول : جمادی الآخرۃ ۱۴۲۶ھ = اگست ۲۰۰۵ء

مطبع : سلفیہ آفسیٹ پریس، وارانسی

پتہ

مکتبہ سلفیہ ، بی ۱۸/۱ جی، جامعہ سلفیہ مارگ، ریوڑی تالاب
بنارس-۲۲۱۰۱۰ (الہند)

Maktaba Salafiah, B-18/1 G, Jamiah Salafiah Marg
Reori Talab, Varanasi - 221010 (INDIA)

۱- توسل

ا-توسل کے معنی: تقرب ہے، اور وسیلہ اس سبب کو کہتے ہیں جو مقصد تک پہونچادے۔

اس کے شرعی معنی: ایسی چیز پر عمل سے اللہ کا تقرب چاہنا جو اسے راضی کردے۔

ب-قرآن میں وسیلہ کے معنی:

سلف کی تفسیروں میں غور کرنے والوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ توسل اور وسیلہ اعمال صالحہ سے اللہ تعالی کے تقرب کے معنی سے خارج نہیں ہے، وسیلہ کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ المائدہ اور سورۃ الاسراء کی دو آیتوں میں آیا ہے:

اللہ تعالی نے فرمایا:

يَـا اَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (المائدہ:۳۵)

مسلمانو اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔

نیز ارشاد ہے:

اُولٰـئِكَ الَّـذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ

اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۔ (الاسراء:۵۷)

جن لوگوں کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کون اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے

پہلی آیت کی تفسیر میں امام المفسرین حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿اتقوا الله﴾ يقول: اجيبوا الله فيما امركم ونهاكم بالطاعة له فى ذلك (وابتغوا اليه الوسيلة) يقول: واطلبوا القربة إليه بالعمل بما يرضيه) یعنی " اتقوا الله " کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور جن باتوں سے روکا ہے ان میں اس کی اطاعت کر کے اللہ کو جواب دو، اور "وابتغوا اليه الوسيلة" کی تفسیر یہ ہے کہ جو اسے راضی کردے اس پر عمل سے اس کی قربت طلب کرو۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں الوسیلۃ کا معنی قربت ہے، عام مفسرین سے ایسا ہی منقول ہے۔

دوسری آیت کا سبب نزول صحابی جلیل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے جس سے اس کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

كان ناس من الانس يعبدون ناسا من الجن فاسلم الجن وتمسك هؤلاء بدينهم (بخاری: ۸/ ۳۹۷) انسانوں میں کچھ لوگ کچھ جنوں کی پوجا کرتے تھے، پھر جن اسلام لے آئے اور وہ لوگ ان ہی کے دین کو تھامے رہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

ای استمر الانس الذين كانوا يعبدون الجن على عبادة الجن والجن لا يرضون بذلك لكونهم اسلموا وهم الذين صاروا يبتغون إلى ربهم الوسيلة ۔

جو انسان جنوں کی عبادت کرتے تھے وہ جنوں کی عبادت پر باقی رہے حالانکہ جن اس سے راضی نہ تھے اس لئے کہ وہ اسلام لے آئے تھے اور وہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے تھے

آیت کی تفسیر میں یہی قابل اعتماد ہے جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس پر نص پیش کیا ہے۔

آیت اس معنی میں صریح ہے کہ وسیلہ سے مراد جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کیا جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (یبتغون) یعنی اعمال صالحہ کی طلب رکھتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کی جائے۔

اہل علم میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ دونوں آیتوں میں وسیلہ سے مقصود مخلوق میں سے کسی کی جاہ کا توسل ہے

ج-توسل کے اقسام:

توسل کی دو قسمیں ہیں: ۱-توسل شرعی ۲-توسل بدعی

قسم اول: توسل شرعی

کتاب وسنت کی طرف رجوع سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ توسل شرعی تین انواع پر منحصر ہے:

۱-اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل

۲-اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل

۳-صالح مسلم کی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل

اب ذیل میں ان انواع کو ان کے دلائل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

۱-اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل: جیسے مسلمان اپنی دعا میں یہ کہے: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس واسطے کہ تو اللہ، رحمٰن اور رحیم ہے، یہ کہ تو مجھے عافیت دے دے، یا کہے: اے اللہ میں تیری اس رحمت کے ذریعہ جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرما اور میری مغفرت فرما یا انہیں کے مثل جن میں اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اللہ سے دعاء کی جائے، توسل کی اس نوع پر اللہ تعالی کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَاءِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ (الاعراف:۱۸۰)

اللہ کے بہترین نام ہیں، اس کو انہی ناموں سے پکارو اور جو اس کے ناموں میں کجی کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو، جو وہ کرتے ہیں جلد ان کا بدلہ پائیں گے۔

اور نبی ﷺ نے دعاء استخارہ میں فرمایا ہے:

اللهم إني أستخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسألك من فضلك العظيم ۔ (بخاری:۳/۲۸)

اے اللہ میں تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں تیرے علم کے ذریعہ اور تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں تیری قدرت کے ذریعہ اور تیرے عظیم فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

۲ - اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل:

یعنی ایسے اعمال صالحہ کے ذریعہ جن کے شروط پورے ہوں یعنی وہ خالصۃ لوجہ اللہ ہوں اور اللہ کی شریعت کے موافق ہوں، جیسے دعا کرنے والا کہے: اے اللہ تجھ پر میرے ایمان اور تیرے لئے میری محبت اور تیرے رسول کے لئے میری اتباع کے ذریعہ میری مغفرت فرمادے، اور اس کے مثل مشروع دعائیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے:

رَبَّنَـا اٰمَنَّـا بِمَـا اَنـزَلْـتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ (اٰل عمران:۵۳)

اے ہمارے رب جو تو نے اتارا اس پر ہم ایمان لائے اور رسول کی ہم نے پیروی کی پس ہم کو گواہوں میں لکھ لے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے جوان تین لوگوں کے قصہ کے متعلق وارد ہے جو غار میں داخل ہوئے تو ایک چٹان لڑھکی اور اس نے غار کے منہ کو بند کر دیا، پھر ان تینوں نے اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل اختیار کیا ایک نے اپنے والدین کے ساتھ نیکی کے ذریعہ دوسرے نے اسباب کی موجودگی کے باوجود گناہوں سے اپنے محفوظ رہنے کے ذریعہ اور تیسرے نے اپنی امانت داری اور لوگوں کو ان کے حقوق ادا کرنے کے ذریعہ (بخاری:۴/ ۳۶۹، مسلم: ح ۲۷۴۳)

۳- صالح مسلمان کی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل

جیسے مسلمان کسی سخت مشکل میں پڑ جائے تو صلاح وتقوی میں معروف کسی مسلمان کے پاس جائے اور اس سے سوال کرے کہ اس کے لئے اپنے رب سے دعا کرے۔

یہ ضروری ہے کہ جس شخص کو دعاء کے وسیلہ کے لئے انتخاب کیا جائے وہ مسلمان ہو، صالح ہو، دعا پر قادر ہو اور اس پر اجرت نہ لے۔

اس پر سنت اور عمل صحابہ سے دلالت ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے انس رضی اللہ عنہ نے ایک دیہاتی آدمی کا قصہ بیان کیا کہ وہ مسجد میں داخل ہوا اور نبی ﷺ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ دے رہے تھے، اس نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ سے دعا کریں کہ خشک سالی کے بعد ان پر بارش نازل فرمائے، نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے دعا فرمائی پھر بارش نازل ہوئی۔ (بخاری:۲/۵۰۱، مسلم:۲/۶۱۲)

اور عمل صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عباس کے ذریعہ بارش طلب کی تھی۔ (بخاری ۲/۱۵،۴/۲۰۹)

قسم ثانی: بدعی توسل

گذشتہ بیان میں مشروع توسل اور اس کے دلائل ہم نے جان لئے، اب یہاں سے دیگر توسلات کا بیان ہوگا جیسے توسل بحق فلاں یا جاہ فلاں، یہ بدعی توسل ہے اور شرک کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کسی صحابی اور تابعی سے معلوم ہے، ان بدعی توسلات کے باطل ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔

توسل کے متعلق شبہات اور ان کا رد

ذات اور جاہ سے توسل کے جواز کے قائلین ایسے دلائل سے استدلال کرتے ہیں جو دو امر سے خارج نہیں: یا تو وہ نصوص صحیحہ ہیں جنہیں ان کے معنی سے پھیر دیتے ہیں اور ایسا معنی پہناتے ہیں جس کا وہ احتمال

نہیں رکھتے یا وہ نا قابل اعتماد احادیث موضوعہ یا ضعیفہ ہیں۔

اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

أ- پہلا شبہ: وہ نصوص جنہیں ایسا معنی پہنایا جس کا وہ احتمال نہیں رکھتے۔

ان میں مشہور دو حدیثیں ہیں:

پہلی حدیث جسے بخاری رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

ان عمر بن الخطاب كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب رضى الله عنه فقال: اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا، وإنا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا، قال: فيسقون۔ (بخاری:۲/۴۹۲،فضائل اصحاب النبی:۷/۷۷)

لوگوں پر جب قحط سالی آتی تو عمر بن خطاب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش طلب کرتے اور کہتے! اے اللہ ہم اپنے نبی کے ذریعہ تیری طرف وسیلہ اختیار کرتے تھے تو تو ہم کو سیراب کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کے ذریعہ تیری طرف وسیلہ اختیار کرتے ہیں تو ہمیں سیراب کردے تو لوگوں پر بارش نازل ہوتی تھی۔

اس حدیث سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ سبحانہ کے

نزدیک عباس رضی اللہ عنہ کے جاہ ومرتبہ کا توسل اختیار کیا تھا، اوران کا توسل اپنی دعا میں صرف عباس کا ذکر تھا اور اللہ سے سوال تھا کہ ان کی وجہ سے ان پر بارش نازل کردے اور صحابہ نے ان کو اس پر ثابت رکھا، لہذا ان کے گمان کے مطابق صالحین کی ذات وجاہ سے توسل کے جواز کا فائدہ اس سے حاصل ہو گیا۔

لیکن یہ استدلال پانچ وجوہ سے مردود ہے

۱- اگر ذات وجاہ سے توسل مشروع ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے توسل سے جو افضل الخلق ہیں اور آپ کی جاہ آپ کی موت کے بعد بھی باقی ہے عباس رضی اللہ عنہ کے توسل کی طرف عدول نہ کرتے جو فضل وجاہ میں آپ ﷺ سے بدرجہ کثیر کم تر ہیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاء کا توسل آپ کی حیات میں تھا، اور آپ کی جاہ کا توسل جائز نہیں ہے نہ آپ کی حیات میں اور نہ آپ کی موت کے بعد۔

۲- انسان کی طبیعت میں داخل ہے کہ جب اسے سخت حاجت پیش آتی ہے تو بڑے وسیلہ کی تلاش کرتا ہے جو اسے مقصود تک پہونچادے پھر اگر مشروع ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی موت کے بعد آپ سے توسل کو کیسے چھوڑ دیتے، جب کہ لوگ خشک سالی اور اور قحط میں گھرے ہوئے تھے، حتی کہ اس سال کا " عام الرمادۃ "ہلاکت کا سال نام رکھ دیا گیا۔

۳-لفظ حدیث سے دلالت ہوتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا عباس کے ذریعہ استسقاء ایک بار سے زیادہ ہوا ہے، انس رضی اللہ عنہ کا قول حدیث میں اس طرح ہے: ''كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب'' ۔

۴-بدعی توسل کو جائز قرار دینے والے مانعین کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ قول عمر رضی اللہ عنہ: ''كنا نتوسل اليك بنبينا'' اور اسی طرح آپ کے قول '' نتوسل اليك بعم نبينا '' میں مضاف محذوف ہے، مخالفین کہتے ہیں: بجاہ نبینا اور بجاہ عم نبینا، اور مانعین کہتے ہیں: بدعاء نبینا، اور بدعاء عم نبینا، اور مقدر مضاف کی تعیین کا مرجع سنت اور قصہ کا سیاق ہے، عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر یہ نہیں کہتے تھے: '' نتوسل اليك بعم نبينا'' بلکہ وہ عیدگاہ کی طرف نکلے تھے اور عباس رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے تھے اور ان سے سوال کیا تھا کہ ان کے لئے دعاء کریں۔ (فتح الباری: ۲/ ۴۹۷ میں دعاء عباس منقول ہے) اس سے واضح ہو گیا کہ مقام مقام دعاء ہے اور اگر مقام ذات وجاہ کے ذریعہ توسل کا ہوتا تو ان کے لائق تھا کہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ توسل کرتے، اس لئے کہ نبی ﷺ کی جاہ آپ کی وفات سے ختم نہیں ہوئی۔

۵-بعض صحابہ سے اس طرح کا عمل بارہا صادر ہوا ہے، جیسے صلاح وتقوی میں مشہور تابعی یزید بن الاسود رحمہ اللہ کی دعاء کے ذریعہ معاویہ رضی

اللہ عنہ کا استسقاء یعنی بارش طلب کرنا

دوسری حدیث نابینا کی حدیث ہے جسے احمد اور ترمذی وغیرہ نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ایک نابینا آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

ادع اللـه أن يعافيني، قال: إن شئت دعوت لك، وإن شئت صبرت فهو خيرلك، فقال ادعه، فامره أن يتوضاء فيحسن وضوءه فيصلي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء: اللهم إني أسئلك وأتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة، يا محمد إني توجهت بك إلى ربي في حاجتي هذه فتقضي لي اللهم فشفعه في وشفعني فيه»: ففعل الرجل فبرأ ۔ (احمد: ۴/ ۱۳۸، ترمذی: ۴/ ۲۸۱، اس کی سند صحیح ہے)

اللہ سے دعاء کیجئے کہ وہ مجھے بینا کردے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کروں اور اگر چاہو تو صبر کرو وہ تمہارے لئے بہتر ہے، اس نے کہا: دعا کیجئے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعاء کرے: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کے ذریعہ تیری طرف توجہ کرتا ہوں، اے محمد میں آپ کے ذریعہ اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں متوجہ ہوا کہ آپ میری حاجت کی تکمیل کے لئے دعاء فرمائیں،

اے اللہ میرے متعلق ان کی شفاعت قبول فرما اور ان کے متعلق میری شفاعت قبول فرما، اس آدمی نے ایسا ہی کیا پھر بینا ہوگیا۔

ذات سے توسل کو جائز قرار دینے والے اس حدیث کو اپنے لئے دلیل بناتے ہیں کہ نبی ﷺ یا آپ کے علاوہ دیگر صالحین کی جاہ سے توسل جائز ہے، اس حیثیت سے کہ نابینا نے آپ کے ذریعہ توسل کیا اور بینا ہوگیا۔

صحیح یہ ہے کہ یہ استدلال درست نہیں بلکہ یہ مشروع توسل کے انواع میں سے تیسری نوع ہے یعنی صالح آدمی کی دعاء کے ذریعہ توسل

اس حدیث سے ان کے استدلال پر درج ذیل وجوہ سے بحث وافتر کی جاسکتی ہے:

۱- نابینا شخص نبی ﷺ کے پاس اس لئے آیا تھا کہ آپ اس کے لئے دعا کردیں اس کی دلیل اس کا قول: ''ادع الله أن يعافيني" یہ رسول اللہ ﷺ کی دعاء کے ذریعہ اللہ کی طرف توسل ہے، اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ غیر کی دعاء کے بالمقابل اللہ کے یہاں آپ کی دعاء کی قبولیت کی زیادہ امید ہے، اس لئے کہ اگر آپ کی جاہ یا ذات کے ذریعہ توسل ہوتا تو اس شخص کے لئے بہتر یہ تھا کہ اپنے گھر میں بیٹھتا اور توسل کرتا، لیکن وہ شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے دعا کا سوال کیا

۲- نبی ﷺ نے اس سے دعا کا وعدہ کیا ساتھ ہی اس کے لئے جو

افضل تھا اس کو بیان کر کے اس کی خیر خواہی فرمائی، آپ نے فرمایا تھا "إن شئت دعوت لك وإن شئت صبرت فهو خير لك" لیکن اس نے دعاء پر اصرار کیا۔

۳- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے افضل طریق کی رہنمائی فرمائی اور وہ ہے عمل صالح اور دعاء کو اکٹھا کرنا اس حیثیت سے کہ اسے حکم فرمایا کہ وضوء کرے اور نماز پڑھے پھر دعاء کرے۔

۴- رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جو دعا کہنے کے لئے سکھلائی تھی اس میں ہے "اللهم فشفعه فی" اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ کی جاہ یا آپ کے حق کے ذریعہ توسل پر محمول کرنا محال ہے، اس لئے کہ اس کے معنی ہیں: "اللهم اقبل شفاعته فی: ای اقبل دعائه فی أن ترد علی بصری" اے اللہ میرے متعلق ان کی شفاعت قبول فرما یعنی اس بارے میں ان کی دعا قبول فرما کہ تو میری بینائی لوٹا دے۔

۵- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو جو دعاء سکھلائی تھی اس میں یہ کہنا بھی مذکور ہے "وشفعنی فیه" ای اقبل شفاعتی، ای: دعائی فی أن تقبل شفاعته ای دعائه فی أن ترد علی بصری"۔ یعنی میری شفاعت قبول فرما یعنی میری دعا اس بارے میں قبول فرما کہ آپ کی شفاعت یعنی آپ کی دعا قبول کر لی جائے کہ میری بینائی میرے لئے لوٹا دی جائے۔

٦- اس حدیث کو علماء نے نبی ﷺ کے معجزات اور آپ کی ان مقبول دعاؤں میں ذکر کیا ہے جن میں کہ آپ کی دعاء کی برکت سے اللہ نے خوارق اور آفات سے نجات کو ظاہر فرمایا ہے اس نابینا کے لئے آپ ﷺ کی دعا سے اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی، اسی لئے مصنفین جیسے بیہقی وغیرہ نے اسے نبوت کے دلائل میں ذکر کیا ہے۔

ب- دوسرا دوشبہ

یہ ضعیف یا موضوع احادیث ہیں جن سے انہوں نے ذات کے ذریعہ توسل کے جواز پر استدلال کیا ہے، ان کے رد کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ ضعیف یا موضوع ہیں، ہم اختصار کے ساتھ ضعف کی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں:

١- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث؛

اللهم إني اسئلك بحق السائلين عليك ۔ (احمد: ٣/٢١، ابن ماجہ: ١/٢٥٦ ضعیف سند کے ساتھ اور اس کے ضعف کی علت عطیہ العوفی ہے)

اے اللہ میں تجھ پر سوال کرنے والوں کے حق کے ذریعہ تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

٢- حاکم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعا نقل کیا ہے:

لما اقترف اٰدم الخطيئة قال يا رب! أسألك بحق

محمد لما غفرت لی، فقال : یا آدم، کیف عرفت محمدا ولم اخلقه؟ قال : یا رب لما خلقتنی بیدك، ونفخت فی من روحك، رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا إله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انك لم تضف إلی إسمك إلا احب الخلق الیك ۔ (مستدرک حاکم:۲/۶۱۵،موضوع ہے،ذہبی وغیرہ نے اس پر بتصریح یہی حکم لگایا ہے)

جب آدم سے خطا سرزدہوئی تو کہا اے رب میں تجھ سے بحق محمد اپنی مغفرت کا سوال کرتا ہوں ،اللہ نے فرمایا آدم تم نے محمد کو کیسے جانا حالانکہ ابھی میں نے اسے پیدا نہیں کیا ہے آدم نے کہا اے رب جب تو نے اپنے ہاتھ سے مجھے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا دیکھا عرش کے پایے پر لکھا ہے لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ،تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ مخلوق میں اپنے محبوب ترین شخص کے نام کو ملایا ہے۔

۳-ان کا قول ہے:" توسلوا بجاهی فان جاهی عند الله عظیم "میری جاہ کے ذریعہ توسل اختیار کرو بے شبہ میری جاہ اللہ کے نزدیک نہایت عظیم ہے، یہ حدیث موضوع ہے بلکہ کتب سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ مبتدعین اور قبوریین کی بعض کتابوں میں پائی جاتی ہے،اس میں شک نہیں کہ آپ کی جاہ عظیم ہے بلکہ آپ ﷺ تمام خلق سے

افضل ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

أنا سید ولد اٰدم و لا فخر ۔ (ترمذی: ۵/ ۵۸۷ وغیرہ)

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر کی بات نہیں ۔

اور اس کے باوجود توسل کی اس نوع کو ہمارے لئے مشروع نہیں کیا جو اس کے باطل ہونے پر دلیل ہے

مشق

۱۔ توسل اور وسیلہ کے کیا معنی ہیں؟

۲۔ لفظ وسیلہ قرآن میں کتنی بار آیا ہے؟ اس سے متعلق وارد آیات کو ذکر کرو اور جو پڑھ چکے ہو اس کی روشنی میں وسیلہ کے معنی بیان کرو ۔

۳۔ مشروع توسل اور بدعی توسل کے درمیان کیا فرق ہے؟

۴۔ مشروع توسل کے کتنے انواع ہیں ہر قسم کی دو دلیلیں ذکر کرو؟

۵۔ صالحین کی جاہ یا ان کے حق کے ذریعہ توسل کا کیا حکم ہے؟

۶۔ بدعی توسل کے قائلین عباس کے ذریعہ عمر رضی اللہ عنہ کے استسقاء سے استدلال کرتے ہیں جو پڑھ چکے اس کی روشنی میں اس استدلال میں کہاں تک صحت ہے؟

۷۔ بعض لوگ نابینا کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو نبی ﷺ کے پاس آکر آپ سے دعاء کا طالب ہوا کہ اللہ اسے بینا کردے، کیا یہ

استدلال صحیح ہے؟ اور حدیث مذکور کی توجیہ تم کیسے کرو گے؟

۸-حدیث "توسلوا بجاهي فإن جاهي عند الله عظيم" کی صحت کا کیا حال ہے؟

۹ -توسل وغیرہ ابواب عقیدہ میں ضعیف احادیث سے استدلال کا کیا حکم ہے؟ اس کی دو مثالیں ضعف کی علت واضح کرتے ہوئے ذکر کرو؟

۲-غلواور اس کی خطرناکی

تمہید:

اس دین کو اللہ نے تمام ادیان میں دین وسط بیچ کا دین، عدل ومساوات کا دین بنایا ہے جس طرح امت مسلمہ تمام امتوں میں عادل امت ہے، اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط اور نہ غلو ہے نہ تقصیر۔

غلو کی تعریف:

اللہ نے جو مشروع کیا ہے اس کے حدود کو قول یا فعل یا اعتقاد کے ذریعہ پھاند جانا

غلو عالم میں شرک کا سبب ہے:

غلو بنی آدم میں پہلے شرک کا سبب ہے، آدم علیہ السلام کے دور کے بعد دس صدیوں تک لوگ موحد تھے اکیلے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے تھے، پھر شیطان نے انہیں بہکایا تو وہ صالحین کے متعلق غلو کرنے لگے اور ان کے مجسمے کھڑے کر لئے، اور ایک مدت کے بعد ان کے لئے اپنی عبادات کو آراستہ کیا اور یہ گمان کرنے لگے کہ یہ لوگ انہیں اللہ سے اور زیادہ قریب کر دیں گے تو اللہ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا جس کا سلسلہ نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین محمد ﷺ تک جاری رہا، یہ رسول لوگوں کو

بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور توحید کی طرف دعوت دینے والے اور غلو سے روکنے والے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالی کے اس قول کی تفسیر میں فرمایا ہے:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ (نوح:۲۳)

اور آپس میں کہنے لگے اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ودا ور نہ سواع اور نہ یغوث اور نہ یعوق اور نسر کو۔

قال رسول الله ﷺ: هذه اسماء رجال صالحين من قوم نوح عليه السلام لما ماتوا اوحى الشيطان إلى قومهم أن انصبوا إلى مجالسهم التى كانوا يجلسونها انصابا ولم تعبد حتى إذا طال بهم الأمد ونسى العلم عبدت ۔ (البخاری مع الفتح:۸/ ۲٦٧)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نوح علیہ السلام کی قوم کے صالح لوگوں کے یہ نام ہیں جب یہ مرگئے تو شیطان نے ان کی قوم کو اشارہ کیا کہ جہاں یہ بیٹھا کرتے تھے وہاں مجسے رکھ دو لیکن ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی پھر جب اس پر ایک زمانہ گذر گیا اور علم فراموش کر دیا گیا تو ان کی عبادت کی جانے لگی۔

اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے ان کے مجسمے اس لئے بنائے تھے کہ جب ان کے مجسموں کو دیکھیں گے تو ان کے افعال کی پیروی اور اقتداء کریں گے، پھر جب لمبا زمانہ حائل ہو گیا اور علماء اٹھ گئے اور جہل پھیل گیا، اوران مجسموں کے نصب کرنے کے سبب سے علم بھلا دیا گیا، حالانکہ وہ ذکر ہی کے لئے نصب کئے گئے تھے تو ان کے پاس شیطان آیا اور اس نے ان کے لئے ان مجسموں کی عبادت کو آراستہ کیا اور انہیں اشارہ کیا کہ تم سے پہلے کے لوگ انہیں کی عبادت کیا کرتے تھے

یہ نام جو نوح علیہ السلام کے عہد میں تھے بعینہ جاہلی عربوں کے یہاں ہمارے نبی محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے پائے جاتے تھے۔

غلو کی مثالیں:

مدح وثناء میں مبالغہ کرنا جو کبھی عبودیت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، تکلف، تعمق، مبالغہ اور نفس پر تشدد کے ذریعہ دین میں زیادتی کرنا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہے، جیسے خوارج کا عمل اور غالی صوفیاء کا فعل کہ مباحات کو ترک کر دیا جاتا ہے، اور لوگوں سے دور اور خلوت کی زندگی اختیار کی جاتی ہے اور اللہ نے جو حلال کیا ہے اسے حرام ٹھہرایا جاتا ہے اور مسلسل روزہ رکھا جاتا ہے، ان کے علاوہ بھی غلو کی بہت سی مثالیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ عمل میں لاتے ہیں، یہ دین میں زیادتی ہے، اور بغیر علم کے اللہ پر تہمت لگانا ہے اور اللہ نے جس کی اجازت نہیں دی ہے اس کو مشروع قرار دینا ہے

غلو کی تحریم کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے غلو سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يَا اَهْلَ الْكِتَابَ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ۔ (النساء:۱۷۱)

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اياكم و الغلو فانما أهلك من كان قبلكم الغلو ۔

(بخاری مع الفتح: ۱۳/ ۲۷۵)

غلو سے بچو، اس لئے کہ تم سے پہلے کی قوموں کو غلو نے ہلاک کیا ہے

غلو کا حکم

غلو حرام ہے، بلکہ یہ اسباب شرک میں سے ایک سبب ہے، جیسا کہ اس پر قرآن وسنت اور بخاری میں مروی مذکورہ اثر ابن عباس سے دلالت ہوتی ہے۔

اس لئے مسلمانوں پر غلو سے اجتناب اور اس کے اسباب سے دوری اور سلف صالح کے منہج کے مطابق رسول ﷺ کے اسوۂ پر چلنا واجب ہے، جیسا کہ ہر ایسے سبب سے دوری واجب ہے جو اس کی طرف لے جائے۔

مشق

۱-غلو کی تعریف کرو

۲-دنیا میں پہلا شرک کس طرح واقع ہوا، دلیل کے ساتھ بیان کرو

۳-غلو کی تحریم پر دو دلیلیں ذکر کرو ایک قرآن سے دوسری سنت سے

۴-غلو کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت کی دلیل کے ساتھ ذکر کرو۔

۵-اللہ تعالی نے فرمایا: وقالوا لا تذرن اٰلھتکم ......الآیۃ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی کیا تفسیر کی ہے؟ اور ہم اس سے کیا سمجھتے ہیں؟

۶-مباحات میں غلو اور دین میں غلو کی مثالیں بیان کرو

۷-غلو کے مقابل مسلمانوں کا کیا فریضہ ہے؟

۳-اسلام میں ولی اور ولایت

ولایت کی تعریف:

ولایت محبت اور نصرت کو کہتے ہیں: نیز نگہبانی کے لئے بھی بولا جاتا ہے اللہ تعالی نے فرمایا:

لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ ۔ (فصلت:۳۴)

نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتیں، برائی کو بہترین خصلت سے دفع کرو، پھر وہ شخص کہ تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا گویا وہ قریبی دوست ہے۔

اور وَلایت فتحہ کے ساتھ باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی مدد کو کہا جاتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ (التوبۃ:۷۱)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے حامی و مددگار ہیں، اچھی بات سکھلاتے ہیں اور بری بات سے منع کرتے ہیں۔

اور جب مطلق ہو تو اس سے مراد ایمان ہوتا ہے: اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۔
(الکہف:۴۴)

اس وقت سچے اللہ ہی کے لئے ایمان واطاعت ہے، وہ ثواب دینے میں بہتر ہے اور انجام لانے میں بہتر ہے۔

پس مومنین سب اولیاء اللہ ہیں، اور کفار اولیاء الشیطان ہیں اور شیطان ان کا ولی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيَاءُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۔ (البقرۃ:۲۵۷)

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے ان کو کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں ان کو روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنم والے ہیں یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

ولایت کسی انسان کے ساتھ خاص نہیں:

ولایت کسی انسان کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں، اور نہ ولی بس وہی ہے جس سے بعض خوارق صادر ہوں، بلکہ ولایت ایمان کے مترادف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، لہذا ولی وہی ہے جو مومن ہے، اور ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے، جیسا کہ یہی اہل سنت

والجماعت کا مذہب ہے، یہی حال ولایت کا بھی ہے۔

اولیاء کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے اولیاء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ، لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔ (یونس:۶۲،۶۳)

سنو جو لوگ اللہ کے ولی ہیں نہ ان کو ڈر ہوگا اور نہ رنجیدہ ہوں گے جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

پہلی آیت میں اللہ کے مومن اولیاء کے لئے بشارت ہے کہ انہیں کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔

اور دوسری آیت میں اولیاء کے مفھوم کی تحدید ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی، تقوی و پرہیزگاری وہ میزان ہے جس سے ولی اور غیر ولی کی پہچان ہوتی ہے۔

اور جس نے یہ دعوی کیا کہ ولایت ایک درجہ ہے جو اس تک پہونچ گیا اسے کائنات میں تصرف کا حق ہے یا وہ غیب جانتا ہے، یا وہ ایسی چیز پر قادر ہے جس پر اللہ کے سوا کوئی اور قادر نہیں ہوتا، یا اس سے شرعی احکام کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، بلکہ مقام ربوبیت

والوہیت پر زیادتی کی۔

انبیاء تمام اولیاء سے افضل ہیں

جن کا یہ گمان ہے کہ اولیاء کو ایسا درجہ حاصل ہے جو انبیاء کے درجات سے بالا ہے انہوں نے اللہ پر بہتان باندھا ہے اور بغیر علم کے اللہ کے خلاف جھوٹ کہا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ ۔ (النساء:٦٩)

وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں اور صدیقین کے ساتھ۔

اس میں ابتداء انبیاء سے کی ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالی ہی مومنین اور صالحین کا مددگار ودوست ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَآئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيَآءُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۔ (فصلت:۳۱،۳۲)

جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے، ان پر رحمت کے فرشتے -موت کے وقت- اترتے ہیں اور کہتے ہیں نہ ڈرو اور نہ

غم کرو، اور اس جنت کی خوش خبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یوسف سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

اَنْتَ وَلِيِّیْ فِی الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِی مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِيْنَ ۔ (یوسف:۱۰۱)

تو ہی میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے اپنا تابع دار رکھ کر دنیا سے اٹھالے اور صالح بندوں کے ساتھ مجھے ملا دے۔

نیز ارشاد فرمایا:

إِنَّ وَلِيِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ ۔ (الاعراف:۱۹۶)

میرا دوست اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی اور صالح بندوں کا وہی حمایتی ہے۔

مشق

۱-ولایت کی تعریف کرو اور ولی کون ہے؟
۲-ولایت اور ایمان میں کیا فرق ہے
۳-کیا ولایت انسانوں میں سے کسی شخص کے ساتھ خاص ہے؟
۴-اولیاء کی صفت اور ان کی علامات کیا ہیں؟
۵-کیا اولیاء انبیاء سے افضل ہیں؟
۶-مومنین کا ولی کون ہے اور کفار کے اولیاء کون ہیں؟

۴-شفاعت

اس کی تعریف:

شفاعت: الشفع سے ماخوذ ہے یعنی جوڑا، فرد کا ضد، اس کے معنی غیر کے لئے خیر طلب کرنا ہے۔

اس کے انواع:

اس کے دو انواع ہیں

۱-مثبت شفاعت ۲-منفی شفاعت

منفی شفاعت یعنی جو غیر اللہ سے کسی ایسی چیز کے متعلق طلب کی جائے جس پر اللہ کے سوا کوئی اور قادر نہیں، جیسے قبر کی اموات سے شفاعت طلب کرنا اور ایسا کرنے والا گمان کرتا ہے کہ وہ اسے سن رہے ہیں جیسا کہ بتوں، تھانوں اور قبروں کے پجاری مشرکوں کا حال ہوتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۔ (الزمر:۴۴)

کہو تمام سفارش اللہ کے اختیار میں ہے

نیز ارشاد فرمایا:

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ (الزخرف:۸۶)

اور یہ کافر اللہ کے سوا جن دیوتاؤں کو پکارتے ہیں وہ سفارش بھی نہیں کر سکتے مگر وہ جنہوں نے یقین رکھ کر حق بات کی گواہی دی۔ وہ اللہ کی اجازت سے شفاعت کر سکیں گے۔

مثبت شفاعت اور اس کے شروط

مثبت شفاعت جو تنہا اللہ سے طلب کی جاتی ہے، دو شرطوں سے صحیح ہوتی ہے:

اول: شفاعت کرنے والے کے لئے اللہ کی اجازت

دوم: جس کے لئے شفاعت کی جائے اس سے اس کی رضامندی

اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۔ (طہ:۱۰۹)

اس دن شفاعت کام نہ آئے گی مگر رحمٰن جس کو شفاعت کی اجازت دے دے اور اس کی بات پسند کرے۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوَاتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى ۔ (النجم:۲۶)

آسمان کے فرشتے کتنے ایسے ہیں کہ ان کی شفاعت کچھ کام نہیں

آ سکتی مگر یہ کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت دے اور راضی ہو۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ شفاعت اس وقت ثابت ہو سکتی ہے جب اللہ جسے چاہے شفاعت کی اجازت دے دے یا جس کے لئے شفاعت کی جائے اس سے راضی ہو۔

پس جس شخص نے اس طریق کے علاوہ کسی شخص سے شفاعت طلب کی تو وہ شرک میں واقع ہو گیا، خواہ جس سے شفاعت طلب کی گئی وہ پتھر ہو یا درخت یا سورج یا چاند یا مردہ یا زندہ انسان خواہ اس کا رتبہ کچھ بھی ہو۔

غیر اللہ سے طلب شفاعت کی تحریم

اصحاب قبور سے یہ کہہ کر طلب شفاعت کہ وہ اللہ سے قریب کر دیتے ہیں بہت بڑا فتنہ ہے، اور یہی وہ امر ہے جس سے اللہ نے ڈرایا ہے، یہی وہ چیز ہے جس کا دعوی مشرکین اپنے بتوں کے لئے کرتے تھے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ..(الزمر:۳)

اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا حمایتی بنایا ہے کہتے ہیں ہم ان کی عبادت اسی لئے کرتے ہیں کہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ

ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَالَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ . (سبا:۲۲)

کہو کہ انہیں پکارو جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو وہ آسمان میں اور زمین میں ایک ذرہ کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کے لئے زمین وآسمان میں کچھ ساجھا ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔

مثبت شفاعت کے اقسام:

ہم معلوم کر چکے ہیں کہ مثبت شفاعت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے اس کے چند انواع ہیں۔

کوئی تو نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور کوئی آپ کے لئے اور آپ کے علاوہ ملائکہ، انبیاء اور صالحین کے لئے ہے، مذکورہ شروط کے ساتھ ان کا بیان کیا جاتا ہے۔

۱ – **شفاعت کبریٰ**: جس سے اولوالعزم رسل (علیہم الصلاۃ والسلام) پیچھے ہٹ جائیں گے، یہاں تک کہ وہ ہمارے نبی ﷺ تک پہونچے گی تو آپ فرمائیں گے "أنا لها" میں اس کے لئے ہوں، اور یہ اس وقت ہوگا جب لوگ انبیاء کی طرف متوجہ ہوں گے تاکہ وہ ان کے لئے ان کے رب سے شفاعت کریں، یہاں تک کہ آپ موقف میں انہیں راحت پہونچائیں گے، اور وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ عزوجل نے آپ سے وعدہ کیا ہے، اس کی دلیل بخاری کی وہ حدیث ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ

عنہ سے مروی ہے:

أن الناس يذهبون إلى آدم فيعتذر ثم إلى نوح ثم إلى ابراهيم ثم إلى موسىٰ ثم إلى عيسى وكلهم يعتذرون ويقولون نفسي نفسي، ثم ياتون الرسول ﷺ فيشفع لهم...... الخ الحديث۔ (بخاری:۶/۲۶۴،۸/۳۰۰، مسلم:۱۹۴)

لوگ آدم کے پاس جائیں گے تو وہ معذرت کر دیں گے پھر نوح کے پاس پھر ابراہیم پھر موسیٰ پھر عیسیٰ کے پاس اور سب معذرت کر دیں گے اور کہیں گے "نفسی نفسی" پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ لوگوں کے لئے شفاعت کریں گے۔الخ

۲ - جنت کو کھولنے اور اہل جنت کے اس میں داخلہ کے لئے شفاعت، اس کی دلیل مسلم کی وہ حدیث ہے جو انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أنا اول الناس يشفع في الجنة ۔ (مسلم:۱/۱۸۸)

میں سب سے پہلے جنت کے لئے شفاعت کروں گا

۳ - بعض کفار کے لئے آپ کی شفاعت اور یہ آپ کے چچا ابوطالب کے ساتھ خاص ہے، اس طرح کہ ان کا عذاب ہلکا کر دیا جائے گا، انہیں آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی یا جہنم کی چھیچھل جگہ میں رکھے جائیں گے جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔ والعیاذ باللہ، اس کی

دلیل ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا:

لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من نار يغلي منه دماغه ۔ (بخاری: ح۲۱۰ ص ۱۹۵)

امید ہے کہ انہیں قیامت کے روز میری شفاعت نفع دے گی تو وہ جہنم کی چھیچھل جگہ میں رکھے جائیں گے جس سے ان کا دماغ کھولے گا۔

یہ تینوں انواع رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔

۴۔موحد اہل کبائر کے متعلق شفاعت جو جہنم میں داخل کیے جائیں گے پھر انہیں وہاں سے نکالا جائے گا، اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ قول ہے:

شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي ۔ (احمد:۳/۲۱، ابوداؤد:۴/۲۳۶)

میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہوگی۔

۵۔اہل جنت کے بلندیٔ درجات کے لئے شفاعت۔

۶۔ایسے لوگوں کے لئے آپ کی شفاعت جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، اس کی دلیل شیخین کی وہ حدیث ہے جسے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے:

اذ رفع لي سواد عظيم فقيل لي هذه امتك ومعهم سبعون الفا يدخلون الجنة بغير حساب ولا عذاب، قال: من هم يا رسول الله؟ قال هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون

ولایکتوون وعلى ربهم يتوكلون فقام عكاشة ابن محصن فقال: يا رسول الله أدع الله أن يجعلني منهم فقال: انت منهم " فقام رجل آخر فقال: أدع الله أن يجعلني منهم فقال: سبقك بها عكاشة ۔ (بخاری:۴/۱۹۹، مسلم:۱/۱۹۹)

پھر ایک بڑی جماعت میرے لئے ظاہر ہوئی، مجھ سے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے کہا: اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ داغنے کا علاج کراتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، پھر عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول اللہ سے دعاء کیجئے کہ مجھے ان لوگوں میں سے کردے آپ نے فرمایا: تم انہیں میں سے ہو، پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا اللہ سے دعاء کیجئے کہ مجھے ان لوگوں میں سے کردے آپ نے فرمایا عکاشہ اس میں تم پر سبقت لے گئے۔

یہ تین انواع رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ یہ آپ کے لئے اور آپ کے علاوہ ملائکہ انبیاء اور صالحین وغیرہ کے لئے بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔

مشق

۱-شفاعت کی تعریف کرو۔

۲-شفاعت ایک اللہ کی ملکیت ہے، اسے دلیل سے واضح کرو۔

۳-شفاعت کے انواع بتاؤ اور ہر نوع کی تعریف کرو۔

۴-مثبت شفاعت کے شروط بیان کرو اور اسے دلیل سے واضح کرو۔

۵-قبر کی اموات سے طلب شفاعت کی خطرنا کی پڑھے ہوئے درس کی روشنی میں مع توجیہ دلیل بیان کرو۔

۶-مثبت شفاعت کے انواع کیا کیا ہیں؟

۷-مقام محمود کیا ہے؟ دلیل کے ساتھ ذکر کرو

۸-کیا اہل کبائر شفاعت میں داخل ہوں گے؟

۹-سب سے پہلے جنت کا دروازہ کون کھلوائے گا؟

۵-دوستی اور دشمنی
(الولاء والبراء)

تعریف:

۱ – الـولاء مصدر ولی الشیء بمعنی قرب منه : الولاء ولی الشیء کا مصدر ہے جس کا معنی ہے: اس سے قریب ہوا

یہاں مراد ہے، مسلمانوں سے محبت، ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی اعانت ونصرت اور ان کے ساتھ سکونت اختیار کر کے ان سے قریب ہونا۔

اور البـراء بَـرَی کا مصدر ہے جس کا معنی ہے: کاٹ دیا، اسی سے ہے بَرَی القلم یعنی قلم کو کاٹا۔

یہاں مراد ہے کفار کے ساتھ دینی تعلق کو کاٹ دینا، یعنی نہ ان سے محبت کرے نہ ان کی مدد کرے اور نہ ان کے دیار میں اقامت اختیار کرے، الا یہ کہ ضرورت ہو۔

۲-دین میں ولاء اور براء کا مقام

اسلام میں ولاء اور براء کا عظیم مقام ہے، یہ دونوں اسلام کا مضبوط ترین کڑا ہیں

ان دونوں کے معنی ہیں: مسلمانوں کے درمیان الفت ومحبت کے

رشتے کو مضبوط کرنا اور اسلام کے دشمنوں سے قطع تعلق کرنا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أوثق عرى الايمان: الموالاة في الله والمعاداة في الله، والحب في الله والبغض في الله۔ (طبرانی کبیر: ۱۱/ ۲۱۵، شرح السنۃ للبغوی: ۳/ ۴۲۹ بسند صحیح)

اسلام کا مضبوط کڑا اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی، اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ہے۔

۳- ولاء اور براء توحید کے حقوق میں سے ہیں:

مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ کے لئے ولاء کرے اور اللہ کے لئے دشمنی کرے اور اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور کافروں سے دشمنی رکھے اور ان سے بغض رکھے اور ان سے قطع تعلق رکھے، اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے موالاۃ محبت ونصرت کے وجوب کے متعلق فرمایا:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ، وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ (المائدہ: ۵۵، ۵۶)

مسلمانو! تمہارا دوست اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان لانے والوں سے دوستی

رکھے گا تو یقیناً اللہ ہی کا گروہ غالب رہے گا۔

اور کافروں سے موالاۃ اور محبت ونصرت کی تحریم کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۔ (المجادلۃ:۲۲)

جولوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ان کوتم ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اگر چہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ والے ہوں۔

۴-مداہنت اور موالاۃ سے اس کا تعلق

مداہنت: یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینا، اور دنیا کے لئے کفار اور نافرمانوں سے بناؤ رکھنا، اور دین کے لئے جو غیرت مسلمانوں پر واجب ہے اس سے تنازل اختیار کر لینا اس کی مثال اہل معصیت اور کفار سے انسیت رکھنا اور ان کے ساتھ رہن سہن اختیار کرنا جب کہ وہ اپنی معصیت یا اپنے کفر پر قائم ہوں، اور قدرت کے باوجود ان پر نکیر کو ترک کر دینا، اللہ تعالی نے فرمایا:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ

وَعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ، كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ، لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ، تَرَى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ (المائدہ:۷۸،۸۰)

بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد اور عیسیٰ کی زبان سے لعنت پڑ چکی ہے، اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے برے کام کرتے تھے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے، برا تھا جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے، تم ان اہل کتاب میں سے بہت لوگوں کو دیکھو گے جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔

۵- مدارات اور اس کا حکم اور ولاء و براء پر اس کا اثر

مدارات: یعنی فساد اور شر کو نرم بات سے دور کرنا، اور صاحب شر سے جب اس کے شر کا ڈر ہو یا جتنا لاحق ہے اس سے زیادہ لاحق ہونے کا اندیشہ ہو سختی اور اعراض ترک کر دینا، جیسے سکھلانے میں جاہل کے ساتھ نرمی برتنا، اور فاسق کو اس کے فعل سے روکنے میں سہولت اختیار کرنا اور سختی چھوڑ دینا اور محبت آمیز قول و فعل سے اس پر نکیر کرنا خاص طور سے جب اسے خود سے وابستہ رکھنے کی حاجت ہو۔

حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان رجلا استأذن على النبى ﷺ فلما رأه قال: بئس أخو العشيرة ، أو بئس ابن العشيرة، فلما جلس تطلق النبى

فـى وجهـه وانبسـط اليـه، فلما انطلق الرجل قالت عائشة رضـى اللـه عـنها ! يا رسول الله ، حين رأيت الرجل قلت كذا وكذا، ثم تطلقت فى وجهه وانبسطت إليه؟ فقال ﷺ : يـا عـائشة متى عهدتينى فاحشا؟ إن شر الناس عند الله مـنـزلة يوم القيامة من تركه الناس إتقاء شره ۔ (البخاری:ح ۶۰۳۲، ۷/۸۱)

ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا: قبیلے کا برا بھائی ہے، یا قبیلے کا برا بیٹا ہے پھر جب وہ بیٹھا تو آپ اس سے خندہ پیشانی سے پیش آئے، پھر جب وہ آدمی چلا گیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ جب آپ نے اس آدمی کو دیکھا تو ایسے ایسے کہا پھر اس سے خندہ پیشانی سے پیش آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ تم نے مجھے بدخلق کب دیکھا ہے؟ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بدترین درجہ کا آدمی وہ ہوگا جسے لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں۔

نبی ﷺ نے دینی مصلحت کے لئے اس داخل ہونے والے شخص کے ساتھ باوجودیکہ اس میں شر پایا جاتا تھا مدارات فرمائی۔اس سے اس بات کی دلالت ہوتی ہے کہ مدارات موالاۃ کے منافی نہیں ہے جب کہ اس میں کوئی راجح مصلحت ہو جیسے شر کو روکنا اور وابستہ رکھنا یا شر کو کم یا ہلکا کرنا، یہ دعوت الی اللہ کے مناہج میں سے ہے۔

مدینہ منورہ میں منافقین کے شر کے اندیشے سے اور انہیں اور ان کے علاوہ دوسروں کو وابستہ رکھنے کے لئے نبی ﷺ کا ان لوگوں سے مدارات کرنا اسی قبیل سے ہے۔

ولاء اور براء کا نمونہ

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىْ إِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ۔ (الممتحنہ:۴)

تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے دین کے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت و بغض ہمیشہ رہے گا تا آں کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آ ؤ۔

اور اللہ تعالیٰ نے انصار کی اپنے بھائی مہاجرین کے لئے موالاۃ کے متعلق فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِىْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ

شُحَّ نَفۡسِهٖ فَأُولٰئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۔ (الحشر:۹)

اوران لوگوں کا بھی حق ہے جنہوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ میں اپنا ٹھکانا مقرر کیا اور ایمان لائے جو کوئی ہجرت کر کے ان کے پاس آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو دیا جائے اس سے ان کے دلوں میں خلش نہیں ہوتی اور اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود تنگی میں ہوں، اور جو شخص اپنے نفس کی بخیلی سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

نافرمانوں اور بدعتیوں سے موالاۃ کا حکم

جب ایک آدمی میں خیر اور شر، فجور اور اطاعت، معصیت اور سنت اور بدعت جمع ہوں تو خیر کی مقدار سے موالات اور ثواب کا مستحق ہے اور شر کے حساب سے دشمنی اور عقاب کا مستحق ہے، کبھی ایک ہی آدمی میں تعظیم اور اہانت کے موجبات اکٹھا ہوتے ہیں تو اس کے لئے اس کا صلہ اکٹھا کیا جائے گا، ایسا شخص فقیر چور کی طرح ہے کہ اس کی چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اس کی حاجت کے مقدار سے بیت المال سے اسے دیا جائے گا اور اس پر صدقہ کیا جائے گا، یہی وہ اصل ہے جس پر اہل سنت والجماعت نے اتفاق کیا ہے۔

کیا دنیوی امور میں کفار کے ساتھ معاملہ موالاۃ میں داخل ہے؟

صحیح نصوص کی دلالت ہے کہ دنیوی معاملات میں کفار کے ساتھ تعامل جائز ہے جیسے بیع وشراء، مزدوری، ضرورت کے وقت ان سے مدد لینا

اس بنیاد پر کہ یہ تنگ دائرہ میں ہو اور اسلام اور مسلمانوں کو ضرر نہ دے۔

فقد استأجر النبي ﷺ عبد الله بن أريقط هاديا خريتا ۔ (بخاری:۳/۴۸)

چنانچہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو ماہر رہنما کے بطور اجرت پر مقرر کیا۔

اور نبی ﷺ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس ایک صاع جَو کے بدلہ میں رہن رکھی تھی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ کے لئے کنوئیں سے پانی کھینچنے کی مزدوری کی، اس کے لئے سولہ ڈول پانی نکالا ، ہر ڈول ایک چھوہارا کے بدلے میں تھا۔

نبی ﷺ نے مشرکین سے قتال کے لئے مدینہ کے یہود سے مدد لی اور کفارِ قریش کی مخالفت میں خزاعہ سے مدد لی۔

یہ سب اللہ کے لئے ولاء اور براء پر اثر انداز نہیں ہوتا اور یہ اس بنیاد پر ہے کہ جو کفار مسلمانوں کے درمیان اقامت اختیار کریں وہ عام آداب کا التزام کریں اور اپنے دین کی دعوت نہ دیں۔

مشق

۱-ولاءاور براء کے کیا معنی ہیں؟

۲-مومنین سے موالات کے وجوب پر ایک دلیل بیان کرو

۳-کفار سے موالات کا کیا حکم ہے، اپنے قول پر ایک دلیل ذکر کرو

۴-دین میں ولاء اور براء کا کیا مقام ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان کرو

۵-مداہنت کے کیا معنی ہیں؟ اور ولاء سے اس کا کیا تعلق ہے؟

۶-مدارات کے کیا معنی ہیں؟ اور ولاء سے اس کا کیا تعلق ہے؟

۷-ولاء اور براء سے متعلق قرآن میں اللہ تعالی نے جو بیان کیا ہے اس کے دو نمونے ذکر کرو

۸-امور دنیا میں کفار اور نافرمانوں کے ساتھ معاملہ کا کیا حکم ہے؟ اور ولاء اور براء سے اس کا کیا تعلق ہے؟

۹ - حد کفر تک نہ پہونچے ہوئے نافرمانوں اور بدعتیوں سے موالاۃ کے متعلق تفصیل بیان کرو۔

۶۔ تکفیر کے شروط وضوابط

تکفیر کی خطرناکی:

کتاب وسنت سے دلیل کے بغیر مسلمان کی تکفیر کے متعلق کتاب وسنت میں شدید ممانعت آئی ہے، اس لئے کہ تکفیر اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے، اس بنا پر اس کی تکفیر کی جائے گی جسے اللہ اور اس کے رسول نے کافر قرار دیا ہو، اللہ عز وجل نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی إِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ (النساء: ۹۴)

اور جو شخص تم سے سلام کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَلَاتَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ (النساء: ۹۴)

اور جو بات تم نہیں جانتے اس کے پیچھے نہ پڑو، اس لئے کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہوگا۔

مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ بصیرت کی بنیاد پر اللہ کی طرف دعوت دے، اور کسی کو اجازت نہیں دی گئی کہ لوگوں کے باطنی احوال پر حکم لگا ئے،

لہذا جس شخص نے شہادتین کا اقرار کیا اور ان دونوں کے تقاضا پر عمل کیا تو ظاہر میں اس کے اسلام کا حکم لگایا جائے گا اس کے احوال قلب سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے، جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ کہہ دے یا ایسا کام نہ کر گزرے جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کردے، اس بنیاد پر کہ کتاب وسنت سے اس پر واضح دلیل ہو اور سلف امت کا اس پر اجماع ہو

دلیل صریح کے بغیر مسلمانوں کی تکفیر سے منع کرنے والے بعض دلائل ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱ — عن ابن عمر رضی الله عنهما: قال قال رسول الله ﷺ: إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها احدهما، فإن كان كما قال وإلا رجعت عليه. (مسلم رقم: ۷۱، کتاب الایمان)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدمی نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو یہ کلمۂ کفر دونوں میں سے ایک کی طرف پلٹے گا، اگر وہ ایسا ہی تھا جیسا اس نے کہا ورنہ خود اسی پر پلٹ آئے گا۔

۲ — عن ابی ذر رضی الله عنه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: ما دعا رجل بالكفر أو قال عدو الله وليس كذلك الاحار عليه. (متفق علیہ)

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ کسی شخص نے کسی شخص کو کفر کے ساتھ پکارا یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے، تو وہ اسی پر لوٹ آتا ہے۔

ان آیات واحادیث میں ایسے شخص کے لئے سخت وعید ہے جو اپنے مسلمان بھائی پر بغیر کسی برھان کے کفر کا اطلاق کرے، اور بغیر علم کے اللہ پر جھوٹ باندھنے کی سخت تنبیہ آئی ہے۔

تکفیر سے ڈرانے کے متعلق اقوال سلف

امام احمد نے فرمایا:

إن الايجاب والتحريم والثواب والعقاب والتكفير والتفسيق هو إلى الله ورسوله، ليس لاحد فى هذا حكم وانما على الناس ايجاب ما اوجبه الله ورسوله . وتحريم ما حرمه الله ورسوله ، وتصديق ما اخبر الله به ورسوله.

واجب کرنا، حرام ٹھہرا اور ثواب وعقاب اور کافر وفاسق قرار دینا اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے، کسی کو اس میں اختیار نہیں ہے، لوگوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ ورسول جس کو واجب کر دیں اسے واجب سمجھیں اور اللہ ورسول جسے حرام قرار دیں اسے حرام سمجھیں اور اللہ اور اس کے رسول جس چیز کی خبر دیں اس کو سچ مانیں

سابقہ آیات واحادیث اور کلام سلف سے واضح ہو گیا کہ تکفیر ان

احکام شرعیہ میں سے ہے کہ جن میں سلف صالح کے منہج کے مطابق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور کسی کو اختیار نہیں ہے کہ اس میں اجتہاد، یا غلبہ ظن یا مجرد عقل کے حکم سے کلام کرے، اس میں کتنے فہم بھٹک گئے اور کتنے قدم پھسل گئے۔

خلاصہ یہ کہ: مسلمان پر واجب ہے کہ اس میں اللہ کی جانب سے علم و برھان ہی سے کلام کرے، کسی آدمی کو دین سے نکالنا یا اسے دین میں داخل کرنا دین کے بڑے امور میں سے ہے، دیگر مسائل کی طرح اللہ اور اس کے رسول کا بیان اس مسئلہ میں بھی ہمارے لئے کافی ہے بلکہ فی الجملہ اس کا حکم دین کے احکام میں سب سے ظاہر ہے، اس لئے ہم پر اتباع واجب ہے اور ابتداع ترک کر دینا ہے

تکفیر کے ضوابط

ان دلائل کی توضیح کے بعد جو بغیر برھان اور واضح حجت کے مسلم کی تکفیر کو حرام قرار دیتی ہیں: یہ جاننا ہم پر واجب ہے کہ کسی پر کفر کا حکم لگانے کے لئے کچھ ضروری ضوابط ہیں:

اور اس باب کے دو اہم قاعدوں کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

پہلا قاعدہ

قول یا فعل کبھی کفر ہوتے ہیں لیکن صاحب قول یا صاحب فعل کو کسی مانع کے پائے جانے یا کسی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے کافر نہیں کہا

جا سکتا۔

اس لئے کسی مسلم شخص پر دین سے خارج کرنے والے کفر کا حکم صرف اس سے کفری عمل یا قول کے ظہور سے نہیں لگایا جائے گا جب تک اس پر حجت نہ قائم ہو جائے اور شبہ زائل نہ ہو جائے۔

خوارج روافض، قدریہ اور جہمیہ جیسے اہل بدعت نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے یہ لوگ بغیر حجت قائم کئے اور بغیر شبہ کے ازالہ کے تکفیر کرتے ہیں بلکہ اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے ہیں خواہ کوئی سبب تکفیر نہ ہو۔

دوسرا قاعدہ

ہر گناہ جسے کفر کا نام دیا گیا ہو وہ دین سے خارج کرنے والا کفر نہیں ہوتا، اس لئے کہ کفر کے دو انواع ہیں: کفر اصغر اور کفر اکبر، اسی لئے بعض گناہوں کو کفر کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کے اس قول میں ہے

اثنتان فی الناس هما بهم كفر الطعن فی الانساب والنياحة على الميت ۔ (متفق علیہ، مسلم کتاب الایمان ح ۷۱)

لوگوں میں پائی جانے والی دو چیزیں کفر ہیں ایک نسب میں طعنہ زنی دوسرا میت پر بین کرنا

اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ یہ دونوں کبیرہ گناہ اسلام سے خارج نہیں کرتے ہیں بلکہ انہیں ''کفر دون کفر'' یا کفر اصغر کا نام دیا جاتا ہے

ان دونوں قاعدوں اور مذکورہ بالا نصوص کے بعد مناسب ہے کہ ہم

ان شروط اور موانع کو جان لیں جنہیں اہل علم نے تکفیر کے حکم کے متعلق ذکر کیا ہے:

تکفیر کے شروط اور موانع

تکفیر کے شروط

نصوص کی جستجو اور اقوال سلف کے تتبع سے واضح ہوتا ہے کہ شروط تکفیر مندرجہ ذیل ہیں:

۱-قول یا فعل کے ساتھ انسان کفر کو ظاہر کرے خواہ اسلام کا مدعی ہو

۲- اس تک ایسی حجت پہونچ چکی ہو جو حق کے بیان اور شبہ کے زائل ہونے کی موجب ہو اور اگر آدمی اہل علم ونظر میں سے ہو تو یہ حجت اس کے یہاں ثابت بھی ہو

۳-بالغ ہو اور سمجھنے والا عاقل ہو۔

۴-نیا اسلام لانے کے سبب معذور نہ ہو۔

۵-مجبور نہ ہو۔

۶- جاہل نہ ہو کہ علم سے دور کسی صحرا و بستی میں نشو ونما پایا ہو۔

حکم تکفیر کے موانع

تکفیر سے مانع وہ امور ہوتے ہیں جو ان شروط کے مخالف ہوتے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

۱-قول یا فعل کے ذریعہ انسان سے ایسی چیز صادر نہ ہو جو کفر کو واجب

کر دے۔

۲-اس پر حجت قائم نہ ہو، یا تو اسے حجت پہونچی ہی نہ ہو، یا شبہ اس کے دل میں جاگزیں ہو یا دیار اسلام سے دوری کے سبب اس کی جہالت کی وجہ سے۔

۳-صغیر السن ہو یا اسے جنون ہو یا زیادہ بوڑھا ہو کہ جو اس سے کہا جاتا ہو اسے سمجھتا نہ ہو

۴-جس سے حجت قائم ہو اس سے اس کی ناواقفیت ہو جیسے ایسے اہل علم کو نہ پائے جو اس پر دلیل قائم کرے یا اپنے کفر کے ساتھ معذور ہو جیسے وہ شخص جو صحرا میں پیدا ہوا یا جیسے وہ شخص جس کے کفر کا زمانہ ابھی قریب تھا اور شرع کے احکام ابھی نہیں جان سکا۔

۵-کفر کے قول یا عمل پر اس طرح مجبور کیا جائے کہ انسان ظاہری پناہ لینے پر مجبور ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ۔ (النحل:١٠٦)

مگر جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے

یہ بعض قواعد و شروط اور موانع ہیں جنہیں اہل علم نے ذکر کیا ہے اس لئے مسلمان پر ان کی رعایت اور کے نزدیک ٹھہر جانا واجب ہے، بغیر علم کے مسلمانوں پر حکم لگانے کے متعلق بہت سے لوگوں کی جلد بازی کے سبب فتنہ بہت بڑھ گیا ہے یا تو یہ ان کی جہالت کی وجہ ہے یا اہل علم سے ان کی

دوری کی وجہ سے یا ان کے دلوں میں بعض شبہات اور مذاہب کے جاگزیں ہونے کی وجہ سے

اس سے نکلنے کا راستہ کتاب وسنت کی طرف پلٹنا، اللہ کی مضبوط رسی کو تھامنا اور سلف کے علماء ربانی اور صالح رہنماؤں کی اقتداء ہے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

سن رسول الله وولاة الأمر من بعده سننا! الاخذ بها تصديق لكتاب الله واستكمال لطاعة الله، وقوة على دين الله ليس لاحد تغييرها ولا النظر في شيء خالفها، من اهتدى بها فهو مهتد، ومن استنصر بها فهو منصور ومن خالفها واتبع غير سبيل المؤمنين ولاه الله ما تولى واصلاه جهنم وساء ت مصيرا۔

رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے بعد حکام نے کچھ طریقے مقرر فرمائے ہیں، ان کو تھامنا کتاب اللہ کی تصدیق اور اللہ کی اطاعت کی تکمیل اور اللہ کے دین کی قوت ہے، ان کو بدلنے اور ان کے مخالف امور میں غور وفکر کا کسی کو اختیار نہیں جو ان پر چلا وہ ہدایت پا گیا جس نے ان سے مدد چاہی وہ نصرت یاب ہوا اور جس نے ان کی مخالفت کی اور مومنوں کی راہ کے علاوہ پر چلا تو اللہ اسے اسی پر پھیرے رکھے گا پھر اسے جہنم میں داخل کرے گا جو بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

مشق

۱- کتاب وسنت کی روشنی میں تکفیر کی خطرناکی کو بیان کرو

۲- ان دلائل کا ذکر کرو جو مسلمانوں کی تکفیر سے روکتے ہیں

۳- بغیر علم کے تکفیر کی تحریم کے متعلق اقوال سلف میں سے دو قول ذکر کرو

۴- معین شخص کی تکفیر کے متعلق اہل علم کے ذکر کردہ شروط وموانع کیا ہیں؟

۵- مسلمانوں کی تکفیر سے دوری کے لئے کیا راستہ ہے جس پر چلنا لازم ہے؟

۷- گناہ کبیرہ کا ضابطہ اور اس کے مرتکب کا حکم اور اہل قبلہ کے لئے جنت یا جہنم کی غیر قطعیت

گناہ دو قسم کے ہیں: کبائر اور صغائر

۱- کبیرہ کی تعریف:

الکبائر کبیرۃ کی جمع ہے یعنی ہر وہ گناہ جس پر دنیا میں حد اور آخرت میں وعید لازم آئے یا اللہ نے جس پر لعنت یا جہنم یا غضب کی وعید سنائی ہو، کبائر گناہ بہت ہیں، جن میں سے کچھ وہ ہیں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اجتنبوا السبع الموبقات ۔ قالوا وماهن؟ قال: الشرك بالله، والسحر وقتل النفس التى حرم الله الا بالحق وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولى يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات ۔ (بخاری کتاب الوصایا، مسلم حدیث: رقم ۸۹ ص ۹۲)

سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرو لوگوں نے سوال کیا وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک، جادو، حرام کردہ جان کو ناحق

مارنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لشکر سے مقابلہ کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگنا پاکدامن مومن بے پرواعورتوں کو تہمت لگانا۔

ب۔صغیرہ کی تعریف

یعنی ہر وہ گناہ جس پر دنیا میں کوئی حد نہیں اور نہ آخرت میں کوئی خاص وعید ہے۔

کبائر وصغائر کی تقسیم کے دلائل:

اس بات کی دلیل کہ گناہوں میں کچھ صغائر اور کچھ کبائر ہیں اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا۔ (النساء:۳۱)

اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم روکے جاتے ہو تو ہم تم سے تمہاری برائیاں دور کر دیں گے اور تم کو عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

نیز ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ (النجم:۳۲)

اچھے لوگ وہ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں مگر چھوٹا گناہ ان سے ہو جاتا ہے بیشک تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے۔

مرتکب کبیرہ کا حکم

مرتکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ ناقص الایمان مومن ہے، یا وہ اپنے ایمان سے مومن اور اپنے گناہ کبیرہ سے فاسق ہے، اسے فاسق اور عاصی کا نام دیا جاتا ہے، اس سے متعلق علماء اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ اگر اسے عذاب دیا گیا تو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اور وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہے، اگر اللہ چاہے گا اپنے فضل سے اسے بخش دے گا اور اگر چاہے گا اپنے عدل سے اسے عذاب دے گا اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا ۔ (النساء:۱۱٦)

بیشک اللہ شرک کو نہیں بخشے گا اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ حد درجہ کی گمراہی میں پڑ گیا۔

علماء اس پر نہ کفر کا حکم لگاتے ہیں اور نہ اسے دین اسلام سے خارج کرتے ہیں جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں جیسے خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے۔

خوارج کہتے ہیں مرتکب گناہ کبیرہ کافر ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں مرتکب گناہ کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ دنیا میں وہ دو منزلوں کے درمیان ایک منزل میں ہے اور جب دنیا سے بغیر توبہ کے چلا گیا تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا ان دونوں فرقوں کے برعکس غالی مرجئہ ہیں

جو کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی اطاعت نافع نہیں، اس طرح ان کے نزدیک مرتکبین کبائر اور کامل مومنین کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

اس باب میں اہل سنت کی وسطیت اس سے واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مرتکب کبیرہ کو ایمان کامل سے متصف نہیں کرتے اور نہ اس سے مطلق ایمان کی نفی کرتے ہیں

اہل سنت کے دلائل کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے

کتاب وسنت ایسے دلائل سے بھرے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَائَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔
(الحجرات:۹،۱۰)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ایک گروہ دوسرے گروہ پر ظلم کرے تو اس سے لڑو جو سرکشی کرے یہاں تک کہ اللہ کا حکم مان لے پھر اگر وہ مان لے تو دونوں گروہوں میں

برابری کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف برتو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے، مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادواور اللہ سے ڈرتے رہوتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں وجہ دلالت:

اللہ تعالی نے مومنوں میں سے قتال کی معصیت کے مرتکبین اور بعض گروہوں پر بعض گروہوں کے ظلم وسرکشی کرنے والوں کے لئے ایمان کو ثابت فرمایا ہےاور انہیں باہم بھائی قرار دیا ہے باوجودیکہ ظلم وطغیان کبائر میں سے ہے، اور اللہ تعالی نے مومن بھائیوں کے درمیان مومنوں کو اصلاح کا حکم دیا ہے۔

سنت سے اس کی دلیل مسلم میں مروی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يدخل اهل الجنة الجنة ويدخل من يشاء برحمته، ويدخل اهل النار النار، ثم يقول انظروا من وجدتم في قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان فاخرجوه، فيخرجون منها حمماً قد امتحشوا فيلقون في نهر الحياة أو الحيا، فينبتون فيه كما تنبت الحبة الى جانب السيل، ألم تروها كيف تخرج صفراء ملتوية . (مسلم حدیث رقم:١٨٤، کتاب الایمان)

جنت والوں کو جنت میں داخل کرے گا اور جسے چاہے گا وہ اپنی رحمت سے داخل کرے گا اور جہنم والوں کو جہنم میں داخل کرے گا پھر کہے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان پاؤ اسے نکال لو۔ پس اس سے جلے بھنے کوئلہ کی طرح نکلیں گے پھر نہر حیات یا بارش میں ڈال دیے جائیں گے تو اس میں اس طرح اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کنارے اگتا ہے، کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ کس طرح زرد رنگ کا مڑا ہوا نکلتا ہے۔

اس حدیث میں وجہ دلالت

جہنم میں کبائر کے مرتکبین کو ہمیشہ نہ رکھنا اس حیثیت سے ہے کہ جس کے دل میں ادنی ایمان ہوگا وہ جہنم سے نکال لیا جائے گا، حدیث لوگوں کے اعمال کے حساب سے اہل ایمان کے تفاوت پر بھی دلالت کرتی ہے اور اس حساب سے کہ مومن واجبات کو ترک کر دیتا اور حرام کا ارتکاب کرتا ہے ایمان میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے۔

کسی معین اہل قبلہ کے لئے جنت یا جہنم کی غیر قطعیت:

اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ کسی معین شخص کے لئے جنت یا جہنم کی قطعیت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا الا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کے متعلق خبر دی ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے جیسے عشرہ مبشرہ بالجنۃ، عکاشہ بن محصن اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ جن کے بارے میں نبی ﷺ سے صحیح خبر آئی ہے۔

اگر چہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اہل کبائر میں سے وہ شخص ضرور جہنم میں داخل ہوگا جسے اللہ جہنم میں داخل کرنا چاہے گا، پھر اس سے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے نکالا جائے گا جیسا کہ شفاعت پر کلام کے وقت ہم نے اسے بیان کیا ہے۔

لیکن معین شخص کے متعلق ہم توقف کریں گے اور اس کا معاملہ اللہ کو سونپ دیں گے اور اس کے متعلق جنت یا جہنم کی شہادت نہیں دیں گے، اس لئے کہ بواطن اور خواتیم اعمال کو اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا، اور بندہ کس پر مرا ہے اس پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہے، البتہ ہم اچھا کام کرنے والوں کے لئے امید ثواب اور برا کام کرنے والوں کے لئے عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں، اور ہم ان کے اوپر کفر، شرک اور نفاق کی شہادت نہیں دیتے جب تک کہ اس میں سے کچھ ان سے ظاہر نہ ہو جائے اور ان کے احوال باطن اللہ کو سونپ دیتے ہیں، اس لئے کہ ہمیں حکم ظاہر کا پابند کیا گیا ہے اور ظن سے منع کیا گیا ہے اور ایسی چیز کے پیچھے پڑنے سے روکا گیا ہے جس کا ہمیں علم نہیں، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۔ (الاسراء:٣٦)

اور جو بات تم نہیں جانتے اس کے پیچھے نہ پڑو اس لئے کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

يَـا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۔ (الحجرات:۱۲)

مسلمانو بہت گمان کرنے سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

ایاکم والظن فإن الظن اکذب الحدیث ۔ (مسلم: ۴/ ۱۹۸۵، حدیث رقم: ۲۵۶۳)

گمان کرنے سے بچو اس لئے کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔

دونوں آیتوں اور حدیث کی دلالت اس بات پر ہے کہ ہم اس کے مامور ہیں کہ جس کا ہمیں علم نہیں اس کا علم اس کے عالم کو سونپ دیں اور وہ اللہ سبحانہ وتعالی ہے اور ہم ظن سے اجتناب کریں اس لئے کہ یہ بغیر علم کے اللہ پر بہتان باندھنے کی طرف لے جاتا ہے۔

مشق

۱- گناہ کبیرہ کی تعریف کرو اور اس میں اور گناہ صغیرہ میں کیا فرق ہے؟ واضح کرو۔

۲- کیا کبائر معین تعداد میں منحصر ہیں؟ ایسی دلیل بیان کرو جو متعدد کبائر پر مشتمل ہو۔

۳ - اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کا کیا حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان کرو۔

۴ - خوارج اور معتزلہ کے نزدیک مرتکب کبیرہ کا کیا حکم ہے؟

۵ - کیا اہل قبلہ میں کسی کے لئے جنت یا جہنم کی قطعیت کا حکم ہم لگا سکتے ہیں جو پڑھا ہے اس کی روشنی میں سلف کا منہج بیان کرو اور اپنا جواب دلائل سے واضح کرو۔

۸- بدعت اور دین پر اس کا خطرہ

بدعت کی تعریف:

لغت میں سابق مثال کے بغیر کوئی چیز ایجاد کرنا، اللہ تعالی کا قول اسی معنی میں ہے

بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ۔ (البقرة:۱۱۷)

وہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے

اصطلاح میں اس کے معنی ہیں : دین میں بلا دلیل ایجاد کیے گئے اعتقادات اور عبادات۔

بدعت کا خطرہ

فرد اور معاشرہ پر دین میں ایجاد بدعات و محدثات کے عظیم خطرات اور برے اثرات ہیں بلکہ پورے دین اور اس کے تمام اصول و فروع پر بھی بدعات کے بعض خطرات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- بدعات کفر کے قاصد ہیں۔

۲- بدعات بغیر علم کے اللہ کے خلاف بات کہنا ہے۔

۳- بدعات دین میں ایسی باتوں کو مشروع قرار دینا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے۔

۴-اہل بدعت سنت اور اہل سنت کو ناپسند کرتے ہیں اور سنت پر عمل انہیں ناگوار ہوتا ہے۔

۵-اہل بدعت کا عمل مردود ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:
''من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد'' (بخاری مع الفتح: ۵/۳۰۱، صحیح مسلم ۳/۱۳۴۳) جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات ایجاد کی جس کا اس سے تعلق نہیں تو وہ مردود ہے۔

۶-برا انجام۔

۷-بدعت سے اکثر توبہ نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: إن الله احتجر التوبة عن کل صاحب بدعة حتی یدع بدعته۔ (ابن ماجہ فی المقدمۃ رقم ۷ بسند صحیح) ہر صاحب بدعت کی توبہ اللہ نے روک دی ہے تاآں کہ وہ اپنی بدعت ترک کردے۔

۸-اہل بدعت کے مفاہیم کا الٹا ہوجانا کہ شبہات کے سبب معاملات ان پر گڈمڈ ہوجاتے ہیں جن سے وہ بدعت کو سنت اور سنت کو بدعت سمجھنے لگتے ہیں۔

۹-سنت کی مخالفت کے سبب اس کا فتنہ میں پڑنا، اللہ تعالی نے فرمایا:
فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۔ (النور:٦٣)
جو لوگ رسول کا حکم نہیں مانتے ان کو ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی مصیبت

نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہونچے۔

١٠- بدعتی اپنے کو شریعت کی تکمیل کرنے والے کا منصب دیدیتا ہے، حالانکہ اللہ نے اپنا دین مکمل کردیا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت پوری کردی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الاِسْلاَمَ دِيْنًا﴾ (المائدہ:٣) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا۔

١١- بدعتی اپنا اور اپنے پیرو کاروں کا بوجھ اپنے اوپر لادتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: من دعا إلى ضلالة فعليه وزرها ووزر من تبعه من غير أن ينقص من اوزارهم شيء (بخاری: ١/١٦٦، مسلم ٧/٦٦) جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور ان کا بھی جو اس کی پیروی کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے بوجھ میں سے کچھ کمی کی جائے۔

١٢- بدعت اہل بدعت کی حوض نبی ﷺ سے پینے کی محرومی کا سبب ہوگی، اس عظیم حوض سے کہ اس سے جو بھی ایک بار پی لے گا اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا بخاری وغیرہ نے سہل بن سعد انصاری اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أنا فرطكم على الحوض من مر على شرب، ومن شرب لا يظمأ ابدا،

ليردن علي اقوام اعرفهم ويعرفونني ثم يحال بيني وبينهم فاقول: إنهم من أمتي فيقال : إنك لا تدري ما احدثوا من بعدك ، فأقول : سحقا سحقا لمن غير بعدي.

(مسلم : ٦٦/٧) میں حوض پر تم میں سب سے پہلے جانے والا ہوں، جو میرے پاس آئے گا وہ سیراب ہوگا اور جو پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچان لوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان اوٹ کر دیا جائے گا میں کہوں گا کہ یہ لوگ میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی باتیں ایجاد کی تھیں تو میں کہوں گا میرے بعد دین میں تبدیلی کرنے والوں کے لئے دوری ہو دوری ہو۔

۱۳- بدعت امت کے شیرازہ اور اس کی صف میں تفریق وانتشار کا سبب ہے اور اللہ تعالی نے اس حالت کی مذمت فرمائی ہے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ (الانعام:١٥٩) جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فرقے فرقے بن گئے تم کو ان سے کوئی غرض نہیں۔

•

خلاصہ یہ کہ بدعت امت کے دینی اور دنیوی معاملات کے لئے سخت خطرہ ہے۔

بدعت کے اسباب

۱- کتاب وسنت اور عربی زبان کے اسالیب اور منہج سلف سے عدم واقفیت۔

۲- خواہشات کی پیروی کرنا۔

۳- شبہات سے تعلق رکھنا۔

۴- صرف عقل پر اعتماد رکھنا۔

۵- قائدین ضلالت کی تقلید کرنا جس کا نتیجہ اپنے قول اور اپنی بدعت کے لئے تعصب کرنا اور پھر کتاب وسنت کے دلائل کو رد کر دینا ہے۔

بدعت کا حکم اور اس کے انواع

کتاب وسنت میں غور کرنے سے یہ بات جانی جاسکتی ہے کہ بدعات دین میں حرام ہیں اور بدعات کسی تفریق کے بغیر مردو ہیں، اگر چہ بدعت کی نوع کے اعتبار سے تحریم کے درجات میں تفاوت ہوتا ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ نبی ﷺ کے اس قول میں بدعات سے ممانعت ایک ہی طریق پر وارد ہے: ایاکم ومحدثات الامور فإن کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار۔ (بخاری مع الفتح: ۱۳/۲۴۹، مسلم: ۲/۵۹۲) دین میں بدعات سے بچو اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے، اور آپ کے اس قول میں بھی: من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (بخاری مع الفتح: ۵/۳۰۱ اور ۱۳/۳۱۷، مسلم: ۳/۱۳۴۳) جس نے ہمارے اس دین میں

نئی بات ایجاد کی جس کا اس سے تعلق نہیں تو وہ مردود ہے۔

دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دین میں ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور مردود ہے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ عبادات اور اعتقادات کی بدعات حرام ہیں لیکن بدعت کی نوع کے حساب سے تحریم میں تفاوت ہوسکتا ہے۔

-کوئی بدعت کفر صریح ہوتی ہے جیسے اصحاب قبور سے تقرب کے لئے قبروں کا طواف کرنا، ان کے لئے جانوروں کی قربانی اور نذریں پیش کرنا اصحاب قبور کو پکارنا اور ان سے استغاثہ کرنا، اور جیسے غالی جہمیہ کے اقوال۔

-کوئی بدعت وسائل شرک میں سے ہوتی ہے، جیسے قبروں پر عمارت بنانا اور ان کے پاس نماز اور دعا پڑھنا۔

-کوئی بدعت فسق اعتقادی ہوتی ہے جیسے خوارج، قدریہ اور مرجئہ کے دلائل شرعیہ کے مخالف اقوال و اعتقادات کی بدعت۔

-کوئی بدعت معصیت ہوتی ہے جیسے ترک دنیا، صوم دہر اور دھوپ میں کھڑا ہونا۔

مشق

۱- بدعت کی تعریف کرو۔

۲- بدعت کی خطرناکی بیان کرو اور پانچ خطرات کو بطور نمونہ پیش کرو۔

۳- بدعت کے متعدد اسباب ہیں ان میں سے پانچ کا ذکر اختصار سے کرو اور ان کے اسباب بدعت ہونے کی وجہ بیان کرو۔

۴- کتاب وسنت کی روشنی میں بدعت کا کیا حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان کرو۔

۵- بدعت کے متعدد انواع ہیں: ان کے متعلق اختصار سے بیان کرو۔

۹- اہل سنت والجماعت کے خصائص

تمہید:

اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ کی آپ کے اقوال وافعال وتقریرات میں قول وعمل اوراعتقاد کے اعتبار سے اتباع کرتے ہیں، یہی لوگ فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہیں اور یہی لوگ ''الجماعۃ'' ہیں، یہی اہل تقوی اور اہل مغفرت ہیں، یہی لوگ حق کے داعی اور حق کو تھامنے والے ہیں تا آں کہ اللہ روئے زمین کا اور اس کے بسنے والوں کا وارث ہوجائے، یہی لوگ ہیں کہ نبی ﷺ نے حق پر جن کی بقاوثبات کی خبر دی ہے، نبی ﷺ نے ان کے وصف میں فرمایا ہے:

لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتى امر الله تبارك وتعالى . (مسلم: ۴/ ۲۲۱۵، احمد: ۵/ ۲۷۸)

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، انہیں چھوڑ دینے والے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی کا حکم قیامت آجائے گا۔

اہل سنت کے نمایاں خصائص

۱-تنازع کے وقت دونوں وحیوں کتاب اور سنت پر اعتماد کرنا اور نقل کو عقل پر مقدم کرنا، جس کی اساس اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَاوِيْلاً۔ (النساء:۵۹)

پھر اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

۲-فہم کتاب وسنت میں سلف صالح کے منہج پر چلنا، اس لئے کہ **ان کا** طریقہ زیادہ محفوظ، علم کا حامل اور زیادہ محکم ہے

۳-اخبار واحادیث کی قبولیت میں سخت اہتمام وکوشش کرنا اور یہ علم الاسناد کے ذریعہ ہوتا ہے، عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: ''الاسناد من الدین ، ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء'' اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہتا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالی کے اس قول کا اثبات ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ۔ (الحجر:۹)

بے شک قرآن کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے

والے ہیں۔

۴ - دلیل کو اختیار کرنا اور جدل سے دور رہنا، امام مالک بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں: أو کلما جاء نا رجل اجدل من رجل ترکنا ماجاء به جبریل إلی النبی ﷺ لجدل هؤلاء، کیا جب جب ہمارے پاس دوسرے کے مقابل زیادہ ماہر بحث ومباحثہ آئے تو ان کے جدل کی وجہ سے ہم اس چیز کو چھوڑ دیں جسے جبریل نبی ﷺ کے پاس لے کر آئے تھے؟

۵ - دیگر گروہوں کے مقابل اہل سنت والجماعت کی وسطیت واعتدال، یقیناً تمام امور میں اہل سنت والجماعت کی وسطیت واضح اور نمایاں ہے بطور مثال درج ذیل امور کو دیکھیں:

۱ - ربوبیت اور الوہیت کے متعلق کمیونزم اور اصحاب وحدۃ الوجود کے درمیان اعتدال ووسطیت واضح ہے، الحادی کمیونزم کہتا ہے کہ ''کوئی معبود نہیں'' اور ''زندگی مادہ ہے'' جب کہ اصحاب وحدۃ الوجود خالق کو عین مخلوق رب کو عین مربوب اور معبود کو عین عابد کہتے ہیں۔

۲ - اور اللہ تعالی کی صفات کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ اہل سنت معطلہ جیسے جہمیہ اور اس سے نکلنے والے گروہ اور مشبہ جیسے کرامیۃ اور اس کے مثل گروہوں کے درمیان وسط ہیں۔

۳ - اور وہ ایمان کے متعلق خوارج اور مرجئہ کے درمیان معتدل ہیں،

خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں اگر چہ وہ موحدین میں سے ہو اور اباحی مرجئہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا جس طرح کفر کے ساتھ کوئی اطاعت نفع نہیں دیتی

۴ - اور تقدیر کے متعلق وہ قدریہ اور جبریہ کے درمیان معتدل ہیں، نفی کرنے والے قدریہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ نے بندوں کے افعال نہ پیدا کئے اور نہ ان کی تقدیر مقرر کی جب کہ جبریہ اس بات کے قائل ہیں کہ انسان اپنے فعل پر مجبور ہے اور اطاعت اور معصیت کے فعل میں اس کو کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ وہ تیز آندھی کی راہ میں درخت کی ڈالی کی طرح ہے۔

اور اہل سنت کی وسطیت دین اسلام کی وسطیت واعتدال سے نکلی ہے دین تقصیر وتفریط کرنے والوں کے ظلم اور افراط اور مبالغہ کرنے والوں کے غلو کے درمیان وسط واعتدال کا نام ہے، یہ وہ سیدھا راستہ ہے جو اللہ کی رحمت ورضوان تک پہونچاتا ہے، اور امت محمد ﷺ اپنے تمام امور میں وسط ومعتدل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (البقرۃ:۱۴۳)

ایسے ہی ہم نے تم کو معتدل امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

يقول تعالى : انما حولناكم إلى قبلة ابراهيم عليه السلام واخترنا هالكم لنجعلكم خيار الأمم لتكونوا يوم القيامة شهداء على الامم، لأن الجميع معترفون لكم بالفضل والوسط ههنا : الخيار والاجود كما يقال : قريش أوسط العرب نسبا و دارا، خيرها ، وكان رسول الله ﷺ وسطا في قومه ، أي أشرفهم نسبا ، منه : الصلوة الوسطى هي العصر على الراجح .

ہم نے تمہیں ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف پھیر دیا اور اسے تمہارے لئے چن لیا تاکہ تمہیں تمام امتوں میں سب سے افضل بنائیں تاکہ تم بروز قیامت دوسری امتوں پر گواہی دینے والے بنو، اس لئے کہ سبھی لوگوں کو تمہارے فضل کا اعتراف ہے، اور اس آیت میں وسط سب سے افضل واکرم کے معنی میں ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے! قریش نسب اور وطن میں تمام عربوں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ اپنی قوم میں نسب میں سب سے اشرف وافضل تھے، اور اسی سے صلوۃ وسطی، یعنی افضل نماز ہے جو راجح قول کے مطابق عصر کی نماز ہے۔

اور جب اللہ نے اس امت کو وسط ومعتدل بنایا تو اسے کامل ترین شریعت اور درست ومعتدل ترین دین ومنہج سے خاص کیا۔

دیگر امتوں کے درمیان اس امت کی وسطیت پر سنت کی دلالت بھی

موجود ہے، سابقہ امتوں پر جو بوجھ اور بیڑیاں تھیں اللہ نے انہیں اتار کر امت مسلمہ کے لئے نرمی سے اقرب، آسان تر، اوسط اور عادل ترین امور کی اتباع کا حکم دیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوں، شیخین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ان الدین یسر ولا یشاد الدین احد إلا غلبه، فسددوا وقاربوا، وأبشروا واستعينوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة ۔ (بخاری ۱/۹۴، مسلم ۴/۲۱۷۱)

بے شک دین آسان ہے اور جو بھی اعمال دین میں نرمی چھوڑ دے گا وہ عاجز اور مغلوب ہو جائے گا پس افراط وتفریط چھوڑ کر درستی اختیار کرو اور قریب کا عمل اختیار کرو اور ثواب کامل کی بشارت سن لو اور مداومت عبادت کے لئے مدد لو صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں محنت سے۔

آیت اور حدیث دونوں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہمارا دین معتدل ہے اور ہماری امت امت وسط ہے جو یہود کی کوتاہی اور ظلم اور نصاری کی زیادتی اور غلو سے دور ہے۔

مشق

۱-اہل سنت والجماعت کون لوگ ہیں؟

۲-اہل سنت والجماعت کے نمایاں خصائص کیا ہیں؟

۳-اہل سنت کی وسطیت واعتدال کی مثال درج ذیل امور سے بیان کرو:

ا — ربوبیت اورالوہیت

ب — اسماءوصفات

ج —ایمان

د —تقدیر

۴-شریعت کی آسانی اور امت سے تنگی کو اٹھا لینے پر قرآن وسنت کی دلالت پائی جاتی ہے، اسے دلیل سے واضح کرو

۱۰-اسلام میں عقل کا مقام

عقل اللہ کی نعمت ہے:

اللہ نے عقل کے ذریعہ انسان کو تمام حیوانات پر امتیاز عطا کیا ہے اور اس سے اس کو عزت بخشی ہے تاکہ کائنات میں تدبر و تفکر کرے اور عبرت پذیر ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ۔ (طٰہٰ:۱۲۸)

بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ (ق:۳۷)

جو شخص عقل رکھتا ہے یا کان لگا کر دل سے سنتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے۔

نیز ارشاد ہے:

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۔ (الزمر:۹)

بھلا جو شخص رات کی گھڑیوں میں عبادت میں لگا رہتا ہے کبھی سجدہ کر رہا ہے کبھی قیام میں ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، کہو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں

نیز ارشاد ہے:

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۔ (الرعد:۴)

بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ نے عقل کی فضیلت بیان کی ہے اور جسے تکلیف کی علت اور تدبر و تفکر کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

عقل ایک نعمت ہے جس کا احسان اللہ نے انسان پر کیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ خبیث کو طیب سے ضار کو نافع سے اور کھوٹے کو کھرے سے اور حق کو باطل سے جدا کر سکے۔

عقل کے متعلق لوگوں کے موقف

۱- جمود اور تعطیل کا موقف: حتی کہ آدمی عقل کو کوئی وزن نہیں دیتا اور اللہ کی سلطنت میں تدبر اور اس کی آیات میں غور و فکر کے لئے اسے کام میں نہیں لاتا اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِيْ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔ (فصلت:۵۳)

ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیاں ملکوں میں اور خود ان کی ذات میں جلد ہی دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ قرآن حق ہے کیا دلیل کے لئے یہ کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز پر حاضر ہے

ب۔ عقل کے متعلق اہل غلو و افراط کا موقف: ان لوگوں نے عقل پر اعتماد میں مبالغہ کیا حتی کہ اسے تشریع تحسین اور تقبیح کا مصدر قرار دے دیا، ہر وہ چیز جسے ان کی عقول مستحسن قرار دیں وہ حق ہے۔ اگر چہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہو، اسی کے سبب سے بدعات کی کثرت ہوئی، ضلالت پھیلی، فتنے ظاہر ہوئے، سنتیں مردہ کر دی گئیں، امت کا شیرازہ منتشر ہوا اور کتاب و سنت کے نصوص میں تحریف کی گئی۔

عقل کے متعلق سلف کا موقف

جب ہم سلف کے منہج پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقل کو اس کے صحیح مقام پر رکھتے ہیں یعنی کائنات کی نشانیوں میں غور فکر کرنا اور اشیاء میں موازنہ کرنا، لیکن وہ صرف اسی پر اعتماد نہیں کرتے ہیں، اور نہ ہی اسے اس کے درجہ سے بلند کرتے ہیں اور نہ ہی اسے نصوص کتاب و سنت پر مقدم کرتے ہیں، بلکہ سلف کا عظیم ترین قاعدہ یہ ہے کہ: نقل کو عقل پر مقدم کیا جائے یعنی نصوص شرعیہ اصل ہیں اور عقل ان کے تابع ہے، اور ان کا اعتقاد ہے کہ عقل صریح نقل صحیح کے معارض نہیں ہو سکتی، بلکہ کتاب و سنت میں جو بھی عقائد و تشریعات وارد ہیں وہ اپنی فطرت پر باقی رہنے والی عقل

سلیم کے ساتھ متعارض نہیں ہیں عقل کے مقام سے متعلق یہی وہ مذہب حق ہے جس کی اتباع واجب ہے۔

عقل سے متعلق ایک گروہ نے انحراف اختیار کرتے ہوئے اسے اس کے اس معیار سے اونچا اٹھا دیا جسے اللہ نے متعین فرمایا تھا، اور اسے اللہ کے بندوں پر اللہ کی حجت ٹھہرایا، اور جس کا وہ ادراک نہ کر سکے اس میں اس کو حکم قرار دیا، اور اللہ کی دو وحیوں کتاب اور سنت پر اسے مقدم کیا اور تشریع میں اس کی طرف رجوع کیا اور پھر اس میں اس قدر توسع اختیار کیا کہ الٰہی تشریع میں اسے اصل ٹھہرادیا، اور اللہ نے جس چیز کی اجازت نہیں دی تھی اسے اپنی عقلوں سے جائز قرار دے لیا۔

صرف عقل پر اعتماد سے غیبیات کے انکار کی راہ کھلتی ہے

عقل قاصر کو حکم بنانے سے بہت سے معلوم ومشہور دینی حقائق خاص طور سے غیبیات کا انکار کر دیا گیا حالانکہ کتاب وسنت سے ان کے متعلق صحیح نصوص وارد ہیں۔

چنانچہ اہل بدعت نے، صراط، حوض، میزان، حشر، بدن کی راحت اور عذاب اور باری تعالی کی رویت وغیرہ بہت سے امور کا انکار کر دیا ہے اور حق عز وجل کی صفات کو معطل کر دیا ہے۔

اور اس دور کے معتزلہ نے جو اگر چہ معتزلہ کے نام سے موسوم نہیں ہیں، جن کے لگنے اور جادو اور نظر کی حقیقت اور بعض علامات قیامت جیسے

نزول عیسی علیہ السلام اور ظہور دجال اور بہت سے امور شرع کا انکار کیا ہے جنہیں اپنی فاسد عقول کے احکام اور کھوئی رایوں کے تابع بنالیا ہے، اور ان قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نصوص کو بھول گئے یا بتکلف بھلا دیا جو ان امور کے ثبوت میں وارد ہیں

خبر کی صحت ثابت ہو جانے پر عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں

ہر صاحب عقل سلیم کو یہ معلوم ہے کہ جب خبر اللہ کی طرف سے آجائے اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہو جائے تو عقل کے لئے اخذ ورد کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یقین اور تسلیم کرنا واجب ہے اگرچہ عقول ان کے امور کی کیفیت کا ادراک نہ کرسکیں، اس لئے کہ عقول ہر چیز کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں، اللہ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنے نفس کی قدر پہچان لے، اللہ تعالی نے فرمایا:

إِنَّمَا كَانَ قَوْلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (النور:۵۱)

مسلمان جب فیصلہ کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو بس یہی کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۔ (الاحزاب:۳۶)

اور کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کے لئے نہیں ہوسکتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم کردیں تو پھر ان کو اپنی اس بات میں کوئی اختیار رہے۔

اللہ عمر بن خطاب سے راضی ہو جب وہ حجر اسود کا بوسہ لینے آئے تو اپنی دانا عقل اور پختہ رائے سے یہ جان لیا کہ قانون سازی میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے اور اپنی وہ مشہور بات کہی جو صحیحین وغیرہ میں مروی ہے:

إنـى لاعـلـم انك حـجـر لا تـضـر ولا تنفع ولو لا أنى رأيـت رسـول الله ﷺ يقبلك ما قبلتك ۔ (بخاری:۲/۱۸۰، مسلم: ۳/۶۷)

میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان دیتا ہے اور نہ نفع اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ لے رہے ہیں تو میں تجھے بوسہ نہ لیتا۔

اور عقل سلیم شرع کے معارض نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی موافقت کرتی ہے، عقل کی جو چیز شرع کے معارض ہو وہ فاسد ہے، اسی لئے درج ذیل وجوہ سے عقل کو شرع پر مقدم کرنا صحیح نہیں ہے:

۱- لوگوں کی عقول متفاوت ومختلف ہوتی ہیں اس لئے ان کے ذریعہ اس شرع کی مخالفت صحیح نہیں جو ثابت ہے اور متغیر ومختلف نہیں ہوتی ہے۔

۲- عقل غیبیات کا ادراک نہیں کرسکتی اور نہ ہی ہر چیز کا احاطہ کرسکتی ہے۔

۳- عقل کو شرع پر مقدم کرنے سے شریعت پر اعتماد کمزور ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا کلام لوگوں کے کلام جیسا ٹھہرتا ہے۔

۴- عقول سلیمہ شرع کو مقدم کرنے اور اس پر عمل کرنے پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے عقل کو شرع پر مقدم کرنے سے عقول صحیحہ کی دلالت میں عیب لازم آتا ہے

۵- جس نے اپنی عقل ورائے کو شرع پر مقدم کیا وہ ایمان حقیقی رکھنے والا مومن نہیں رہا اور نہ شرع کا پابند رہا، بلکہ اس کے نصیب میں وہ ہے جو اللہ کے اس قول میں مذکور ہے:

اَلَّـذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ اَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ (غافر:۳۵)

وہ جو اللہ کی نشانیوں میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑا کرتے ہیں، اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک ان کے یہ جھگڑے بڑی ناخوشی والی برائیاں ہیں اللہ تعالی اسی طرح ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

مشق

۱-اللہ نے انسان پر عقل کے ذریعہ انعام کیا ہے، کتاب وسنت کی دو دلیلوں سے اس نعمت کا بیان کرو۔

۲-عقل کے متعلق لوگوں کے دو موقف ہیں: موقف افراط اور موقف تفریط، اس کی توضیح کرو۔

۳-عقل کے متعلق اہل سنت والجماعت کا کیا موقف ہے؟

۴-عقل پر اعتماد سے دین کے بعض ثابت حقائق کے انکار کی راہ کھلتی ہے، اسے مثالوں سے واضح کرو۔

۵-عقل اور نقل کے موازنہ میں مسلمانوں کا کیا موقف ہے؟

۱۱- وجوب محبت رسول ﷺ اور اس کے معنی اور اس کی کیفیت

وجوب محبت رسول ﷺ

یہ بات جان لو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کہ مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرے، اس لئے کہ وہی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا، اور اپنی عظیم نعمتوں کا ہم پر احسان کیا، اللہ تعالیٰ سے محبت عبادت کے عظیم ترین انواع میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ (البقرۃ:۱۶۵)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کا شریک دوسروں کو بناتے ہیں ان سے اللہ کی طرح محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد بندے پر رسول ﷺ کی محبت واجب ہے، اس لئے کہ آپ تحفۂ رحمت اور نعمت احسان ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کے لئے آپ کو رسول بنا کر بڑا احسان فرمایا تا کہ آپ انہیں تاریکیوں سے

روشنی کی طرف نکالیں، کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا مگر جب کہ وہ آپ کی اطاعت کرے آپ کی سیرت کی پیروی کرے، آپ کے راستہ پر چلے اور تمام مخلوق پر آپ کی محبت کو مقدم کرے۔

صحیح حدیث میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثلاث من کن فیه وجد بهن حلاوة الایمان ! ان یکون الله ورسوله أحب الیه مما سواهما، وأن یحب المرء لا یحبه إلا لله، وأن یکره أن یعود فی الکفر بعد أن أنقذه الله منه کما یکره أن یقذف فی النار ۔ (بخاری کتاب الایمان: ۱/۹، مسلم کتاب الایمان: ح ۴۳ ص ۶۶)

جس شخص میں تین چیزیں ہوں گی وہ ان کے سبب سے ایمان کی مٹھاس پائے گا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک سب سے بڑھ کر محبوب ہوں، یہ کہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے اور یہ کہ کفر میں لوٹنا اس کے بعد کہ اللہ نے اس کو اس سے نکال لیا ہے ایسے ہی ناپسند کرے جیسے یہ بات ناپسند کرتا ہے کہ آگ میں ڈال دیا جائے۔

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب إلیه من ولده ووالده والناس اجمعین ۔ (بخاری: ۱/۹، مسلم: ح ۴۴، ۶۸)

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے بیٹے اس کے والد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

محبت رسول ﷺ کی حقیقت

ہم نے جب یہ جان لیا کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اپنی جانوں اپنے اہل، اپنے والدین اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت کریں تو مناسب ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ اس محبت کے کیا معنی ہیں؟ اور اس کی کیفیت کیا ہے اور اس محبت تک لے جانے والا راستہ کیا ہے؟

آپ ﷺ سے محبت کا طریق آپ کی اتباع، آپ کی سنت و سیرت کی پیروی اور آپ کے حکم کو دوسرے کے حکم پر مقدم کرنے سے ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ (آل عمران:۳۱)

کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

نیز ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ

سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ ۔ (التوبہ:۲۴)

کہو اگر تمہارے باپ دادا تمہارے بیٹے پوتے، تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے والے اور جو مال تم نے کمائے ہیں اور جس تجارت کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور جن مکانوں کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ بدکاروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تعالی نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی میزان رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اقتداء کو قرار دیا، دونوں آیات کریمہ اسی کی رہنمائی کرتی ہیں۔

مسلمانوں کے نزدیک رسول ﷺ کا مرتبہ

رسول اللہ ﷺ غلو سے مستغنی ہیں، آپ کے فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ نے آپ کو منتخب فرمایا کہ آپ تمام جہان والوں کے لئے رحمت اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور روشن چراغ ہوں، یہ کسی مخلوق کو حاصل ہونے والا سب سے عظیم رتبہ ہے مگر یہ آپ کو بشر ہونے سے خارج نہیں کرتا، انسان سے متعلق ولادت حیات اور موت وغیرہ اللہ کے سنن کونیہ آپ پر بھی جاری ہوئے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

قُلْ اِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ اَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ

بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا ۔ (الکھف:۱۱۰)

کہو میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے یہ کہ تمہارا معبود ایک ہے پس جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھا عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔

ہمارا سوال ہے کہ اللہ نے جو آپ کی روح پرور تعریف کی ہے اس کے بعد ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيْمٌ ۔ (القلم:۴)

اور بے شک تم بڑے اخلاق والے ہو۔

نیز ارشاد ہے:

لَقَدْ جَائَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ۔ (التوبہ:۱۲۸)

تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آچکا ہے تمہارا تکلیف میں پڑنا اسے ناگوار ہے، تمہاری بھلائی کا حریص ہے، مسلمانوں پر بڑا شفیق مہربان۔

ہر روز پانچ مرتبہ اذان کے دوران اللہ نے آپ کے نام اور آپ کی رسالت کو جو بلند فرمایا ہے اس کے بعد ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں، اور اللہ تعالی کے اس قول کے بعد ہم کیا کہہ سکتے ہیں:

وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح:۴)

اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کر دیا

ان کے علاوہ اور آیات واحادیث ہیں جو آپ ﷺ کے علو مرتبہ کو واضح کرتی ہیں

کیا حد سے تجاوز اور مبالغہ آپ ﷺ کی محبت کے موافق ہے؟

رسول اللہ ﷺ سے محبت کے لئے ضروری ہے کہ اس منہج صحیح کے موافق ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے متعین فرمایا ہے یعنی افراط وتفریط سے بچنا، صحیح حدیث میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تطروني كما اطرت النصارى ابن مريم، فإنما انا عبد، فقولوا: (عبد الله ورسوله) (بخاری مع الفتح:۶/ ۴۷۸)

میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصاری نے عیسی بن مریم کا کیا ہے، میں بندہ ہوں اس لئے ''اللہ کا بندہ اور اس کا رسول'' کہو۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے دعا، استغاثہ اور میت ہونے کی حالت میں آپ سے طلب شفاعت صحیح نہیں ہے، ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ کی شفاعت عطا کرے۔

اس سے بڑا غلو اور کیا ہے کہ آدمی اپنی امیدیں اور آرزوئیں مخلوق سے وابستہ کر کے اللہ کو چھوڑ کر اسے پکارے اور اس سے استغاثہ کرے۔

مشق

۱- وجوب محبت رسول ﷺ دلیل سے بیان کرو۔

۲- رسول اللہ ﷺ سے محبت کے معنی اور اس کی کیفیت کیا ہے؟ دلیل سے بیان کرو۔

۳- کیا غلو اور مبالغہ آمیز تعریف آپ ﷺ کی محبت کے موافق ہے؟

۴- رسول اللہ ﷺ انسان ہیں اللہ نے آپ کو اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا ہے اسے دلیل سے واضح کرو

۵- اللہ نے اپنے نبی کی تعریف ان کے شایان شان کی ہے، کتاب وسنت میں مذکور، آپ کے مرتبہ اور تعریف کا بیان کرو

۱۲- صحابہ رضی اللہ عنہم کے حقوق

صحابی کی تعریف:

صحابی وہ ہے جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں نبی ﷺ سے ملاقات کی اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔

صحابہ کی فضیلت اور ان کے حقوق

صحابہ خیر القرون، اپنے نبی ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے افضل اور خالص لوگ ہیں، ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی حمایت کریں اور ان سے محبت کریں اور ان کے لئے رضاء الٰہی کی دعاء کریں اور انہیں ان کا مرتبہ دیں، ان سے محبت ہر مسلمان پر واجب ہے، ان سے محبت دین اور ایمان اور رحمٰن کی طرف قربت ہے، اور ان سے بغض کفر وطغیان ہے، وہی اس دین کے حاملین ہیں، اس لئے ان کی طعنہ زنی پورے دین کی طعنہ زنی ہے، اس لئے کہ دین انہیں کے طریق سے ہم تک پہونچا ہے، اس کے بعد کہ اسے تازہ تازہ رسول اللہ ﷺ سے رو در رو انہوں نے اخذ کیا اسے پوری امانت واخلاص کے ساتھ ہمارے لئے منتقل کر دیا، اور ربع صدی سے کم عرصہ میں اسے تمام اطراف عالم میں پھیلا دیا، اللہ نے ان کے ہاتھ پر دنیا کے ممالک فتح کرائے اور لوگ دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔

قرآن وسنت میں وارد ان کے فضائل

اللہ تعالی نے صحابہ کی تعریف کی، ان سے راضی ہوا اور ان سے بہتر انجام کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ (التوبہ:۱۰۰)

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے اسلام لائے اور جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

نیز ارشاد ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔ (الفتح:۱۸)

اللہ ان مسلمانوں سے راضی ہو چکا جب وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

نیز ارشاد ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

وَاَمْـوَالِهِـمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُـوْلَـهٗ أُوْلٰـئِكَ هُـمُ الـصّٰـادِقُـوْنَ، وَالَّـذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُـدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِـمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُـحَّ نَـفْسِهٖ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، وَالَّـذِيْـنَ جَـاؤُا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّـذِيْـنَ سَبَـقُـوْنَـا بِالْاِيْمَانَ وَلَاتَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُفٌ رَحِيْمٌ۔ (الحشر:٨،١٠)

ان مہاجرین محتاجوں کے لئے یہ حال ہے جو اپنے گھر بار اور اپنے مال و دولت سے نکال دیئے گئے وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی تلاش میں ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ تو سچے ہیں، اور ان انصار کے لئے بھی جنہوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ میں اپنا ٹھکانا مقرر کیا اور ایمان لائے جو کوئی ان کے پاس ہجرت کر کے آتا تو اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو دیا جائے اس سے ان کے دلوں میں کوئی خلش نہیں ہوتی اور اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں گو ان کو تنگی ہو، جو شخص اپنے نفس کی بخیلی سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو ان کے بعد آئے وہ یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان

لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کے لئے کینہ نہ آنے دے، اے ہمارے رب یقیناً تو بڑی شفقت والا مہربان ہے۔

مہاجرین ، انصار، اہل بدر، اور اہل بیعت الرضوان جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے شرف صحابیت حاصل کیا ان آیات کریمہ میں فضیلت اور تعریف ذکر کی گئی ہے۔ اور ان کے بعد آنے والوں کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ اپنے سے پہلے گذرنے والے صحابہ کے لئے استغفار کرتے اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے لئے ان کے دلوں میں کینہ نہ پیدا کرے۔

اسی طرح یہ اور ان جیسی بہت سی آیات ہیں جو ان صحابہ سے راضی ہونے کے وجوب، ان کی بشارت جنت، عظیم کامیابی کے حصول، ان کی مدح، ان کی صفات محبت، ایثار، کرم، سخاوت، مسلمان بھائیوں سے ان کی محبت اور اللہ کے دین کی مدد وغیرہ اوصاف عظیمہ اور ذکر جمیل پر جس کے وہ اہل ہیں دلالت کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی احادیث میں ان کی تعریف فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔
(بخاری مع الفتح: ۳/۷ ح ۳۶۴۹)

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو ان کے بعد ہیں پھر جو ان کے

بعد ہیں۔

بہت سی احادیث ایسی آئی ہیں جو تمام صحابہ کی فضیلت کے بیان میں عام ہیں، اور بعض اہل بدر کی فضیلت میں ہیں اور بعض مخصوص افراد صحابہ کی فضیلت میں ہیں۔

لہذا مسلمانوں پر ان نصوص کی تعمیل تمام صحابہ کی حمایت ان سے محبت، ان سے راضی ہونا، ان کا ذکر جمیل کرنا، ان کی اقتداء کرنا اور ان کے منہج پر چلنا واجب ہے۔

صحابہ کو برا کہنے کا حکم

ہم نے یہ جان لیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اس امت کے منتخب اور خالص لوگ ہیں، اسلام کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے یہی ہیں، یہ ہدایت کی بلند چوٹیاں اور تاریکی کے چراغ ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا، اور اسلام کے دفاع میں اچھا کردار پیش کیا یہاں تک اللہ نے ان کے ہاتھوں روئے زمین میں دین کو غلبہ واقتدار بخشا۔

لہذا جو ان کی تنقیص کرے، ان کی برائی کرے، اور ان کی عیب جوئی کرے وہ مخلوق کے بدترین لوگوں میں سے ہے، اس لئے کہ اس کا یہ عمل پورے دین کے خلاف ظلم وزیادتی ہے

اور جو شخص انہیں کافر ٹھہرائے یا ان کے مرتد ہونے کا اعتقاد رکھے وہ

کفر وارتداد کا زیادہ مستحق ہے، صحابہ کے بعد کوئی کچھ بھی عمل کرے وہ ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا، صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لا تسبوا احدا من اصحابی فإن احدکم لو انفق مثل احد ذهبا ما ادرك مداحدهم ولا نصيفه ۔ (بخاری:۴/۱۹۱، مسلم: ح ۲۵۴۰)

میرے صحابہ میں سے کسی کو برا مت کہو، تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو ان میں سے کسی کے مد بلکہ اس کے آدھا کو بھی نہیں پا سکتا۔

اس حدیث میں اصحاب رسول ﷺ کو برا کہنے کی تحریم کی دلیل موجود ہے اور اس بات کی تاکید بھی کہ کوئی شخص کچھ بھی عمل کرے ان کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتا۔

صحابہ کے متعلق اہل سنت کا مذہب

صحابہ کے متعلق غلو کرنے والوں اور جفا کرنے والوں کے مقابلہ میں اہل سنت وسطیت کے حامل ہیں، وہ ان کے متعلق نہ غلو کرتے ہیں اور نہ تفریق و جفا جیسا کہ خوارج اور روافضہ نے افراط وتفریط کا راستہ اختیار کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب ان کے متعلق یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے، مشاجرات صحابہ کے متعلق سکوت اختیار کیا جائے، ان

کے درمیان رونما ہونے والے اختلاف میں نہ پڑا جائے اور ان کے پوشیدہ اعمال اللہ کو سونپ دیے جائیں، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

أولئك قوم طهر الله أيدينا من دمائهم فنطهر ألسنتنا من أعراضهم .

صحابہ کی جماعت وہ ہے کہ اللہ نے جن کے خون سے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا، تو ہم نے اپنی زبانیں ان کی ہتک عزت سے پاک رکھیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل سنت تمام صحابہ سے محبت وحمایت کا تعلق رکھتے ہیں اور ان کو ان مراتب پر رکھتے ہیں جن کے وہ عدل وانصاف کی رو سے مستحق ہیں نہ کہ ہوی وتعصب سے اس لئے کہ یہ حد سے تجاوز کرنے والی زیادتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

فَمَا اخْتَلَفُوٓا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ . (الجاثیۃ:۱۷)

انہوں نے جان بوجھ کر علم آجانے کے بعد آپس کی ضد سے اختلاف کیا۔

مشق

۱-صحابی کی تعریف کرو۔

۲-تمام مسلمانوں پر صحابہ کے واجب حقوق بیان کرو۔

۳-صحابہ کی فضیلت کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ بیان کرو۔

۴-صحابہ کو برا کہنے کا کیا حکم ہے؟ منحرف گروہوں میں سے جو لوگ ان کے ارتداد کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کے متعلق تمہارا کیا قول ہے؟

۵-صحابہ کے متعلق اہل سنت کا موقف بیان کرو اور وہ غلو کرنے والوں اور جفا کرنے والوں کے درمیان وسط کیسے تھے؟ صحابہ سے متعلق خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز کا قول ذکر کرو۔

۱۳ - خلفاء راشدین کیلئے ہمارا فریضہ

خلفاء راشدین کون ہیں؟

خلفاء راشدین ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب فاروق، عثمان بن عفان ذوالنورین، اور علی بن ابی طالب ابوالسبطین رضی اللہ عنھم اجمعین ہیں۔

ان کا مرتبہ اور ان کی اتباع کا وجوب

خلفاء راشدین تمام صحابہ سے افضل ہیں، یہ خلفاء راشدین مہدیین وہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جن کی اتباع اور جن کے طریقہ پر چلنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

وعظنا رسول الله ﷺ موعظة ذرفت منها العيون، ووجلت منها القلوب فقال قائل: يا رسول الله كأن هذه موعظة مودع فما ذا تعهد الينا ؟ فقال: أوصيكم بالسمع والطاعة، فإن من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة۔ (احمد:۴/۱۲۶، ۱۲۷، ترمذی:۷/۴۳۷ بسند صحیح)

رسول اللہ ﷺ نے ہم کو وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہ پڑیں اور دل دہل گئے، ایک کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول یہ چھوڑ کر جانے والے کی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ ان کو مضبوطی سے تھامو اور ان کو دانتوں سے پکڑلو۔ اور نو ایجاد امور سے بچو اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

خلافت راشدہ کی مدت

خلافت راشدہ کی مدت تیس سال ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے، سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

خلافة النبوة ثلاثون سنة ، ثم يوتى الله ملكه من يشاء ۔ (ابوداؤد: ۴۶۳۴، ۴۶۳۵، وغیرہ بسند صحیح)

خلافت نبوت تیس سال ہے پھر اللہ اپنا ملک جسے چاہے گا دے گا

ان کے درمیان فرق مراتب

عام اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ خلفاء راشدین میں فرق مراتب خلافت میں ان کی ترتیب کے حساب سے ہے، یعنی ابوبکر، پھر عمر پھر عثمان پھر علی۔

اور ان میں سے ہر ایک کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں، ہر

ایک کے متعلق ہم ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

۱- ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحیحین میں حدیث آئی ہے:

ان النبی ﷺ قال علی منبره : لو كنت متخذا من اهل الأرض خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا لا يبقين فى المسجد خوخة إلا سدت إلا خوخة ابى بكر ۔ (بخاری: ۲۰،۱۹/۷)

نبی ﷺ نے اپنے منبر پر فرمایا: اگر زمین والوں میں سے میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا، مسجد میں کوئی کھڑکی باقی نہ بچے جس کو بند نہ کر دیا جائے سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

۲- عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحیحین میں حدیث آئی ہے:

ان النبی ﷺ كان يقول: قد كان فى الامم قبلكم محدثون، فإن يكن فى امتى احد فإن عمر بن الخطاب منهم ۔ (بخاری: ۴۲/۷، مسلم: ۱۸۶۴/۴، ح ۲۳۹۸)

نبی ﷺ فرماتے تھے، تم سے پہلے کی امتوں میں الہام والے ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہوگا تو عمر بن خطاب ان میں سے ہوں گے۔

۳- عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی طویل حدیث ہے جس میں وہ کہتی ہیں:

فدخل ابو بكر، ثم عمر، ثم عثمان وعند ما رآه الرسول جلس وسوى ثيابه، فسألته عائشة فقال: ألا أستحى من رجل تستحى منه الملائكة. (مسلم:۴/۱۸۶۶، ح رقم ۲۴۰۱)

ابوبکر داخل ہوئے، پھر عمر، اور پھر عثمان اور جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست فرمائے، اس کے متعلق عائشہ نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

۴۔علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں شیخین نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

ان النبی ﷺ قال یوم خیبر لاعطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله ویفتح الله علی یدیه، قال: فتطاولنا لها، فقال: ادعوا لی علیا، فأتی به أرمد، فبصق فی عینیه ودفع الرایة إلیه، ففتح الله علیه. (بخاری مع الفتح:۷/۷۰، مسلم:۴/۱۸۷۴)

نبی ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ پر اللہ فتح نصیب فرمائے گا۔ تو ہم نے

اس کے لئے گردن بلند کی تو آپ نے فرمایا علی کو بلاؤ، وہ لائے گئے انہیں آشوب چشم تھا آپ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا اور جھنڈا انہیں دے دیا پھر اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

مشق

۱-خلفاء راشدین کون ہیں؟

۲-خلفاء راشدین کا مرتبہ ان کی فضیلت اور ان کی اتباع کا وجوب بیان کرو۔

۳-خلافت راشدہ کی مدت کیا ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان کرو۔

۴-افضلیت کے حساب سے خلفاء راشدین کی ترتیب ذکر کرو۔

۱۴-عشرہ مبشرہ

گذشتہ بیان سے ہم نے صحابہ کی فضیلت جان لی اور یہ کہ سب عادل ہیں، اور صحابیت میں درجات میں فرق ہے

صحابہ میں افضل مہاجرین اور انصار میں سے اسلام لانے میں سابقین اولین، اور اہل بدر، اور غزوۂ احزاب میں ثبات اختیار کرنے والے، اور اہل بیعت رضوان ہیں۔ اور فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے اور قتال کرنے والے درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور قتال کیا، اور اللہ تعالی نے سب کے لئے بھلائی - جنت - کا وعدہ کیا ہے۔

صحابہ میں افضل تر عشرہ مبشرہ بالجنۃ ہیں

اور یہ درج ذیل ہیں:

خلفاء راشدین یعنی ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذو النورین، ابو السبطین علی بن ابی طالب۔

اور عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن العوام حواری رسول اللہ ﷺ طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص، اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن زید بن نفیل، رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

ان کی فضیلت میں عام احادیث بھی آئی ہیں ، اور کچھ لوگوں کے متعلق مخصوص احادیث آئی ہیں۔

ان کی فضیلت میں وارد عام احادیث میں سے

ایک وہ ہے جسے احمد اور اصحاب سنن نے عبدالرحمٰن بن الاخنس سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں تھے اتنے میں ایک شخص نے علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو سعید بن زید کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

اشهد على رسول الله ﷺ أنى سمعته وهو يقول: عشرة فى الجنة: النبى ﷺ فى الجنة وابو بكر فى الجنة ، وعمر فى الجنة وعثمان فى الجنة وعلى فى الجنة وطلحة فى الجنة والزبير فى الجنة وسعد بن مالك فى الجنة وعبد الرحمن بن عوف فى الجنة ولو شئت لسميت العاشر، قال: فقالوا: من هو؟ فسكت، قال: فقالوا من هو ؟ فقال هو سعيد بن زيد رضى الله عنهم اجمعين ۔ (احمد: ۱/ ۱۸۸، اور اصحاب سنن بسند صحیح)

میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ آپ کو فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ: دس لوگ جنت میں ہوں گے: نبی ﷺ جنت میں ہوں گے ، ابو بکر جنت میں ہوں گے اور عمر جنت میں ہوں گے اور عثمان جنت میں ہوں گے اور علی جنت میں ہوں گے اور طلحہ جنت میں ہوں گے

اور زبیر بن العوام جنت میں ہوں گے اور سعد بن مالک جنت میں ہوں گے اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہوں گے اور اگر میں چاہوں تو دسویں کا نام بھی لے سکتا ہوں، لوگوں نے کہا وہ کون ہیں؟ آپ خاموش رہے پھر لوگوں نے کہا وہ کون ہیں تو آپ نے فرمایا سعید بن زید۔ رضی اللہ عنھم۔

عشرہ مبشرہ کے علاوہ نبی ﷺ نے دوسرے لوگوں کو بھی جنت کی بشارت سنائی ہے جیسے عبداللہ بن مسعود، بلال بن رباح، عکاشہ بن محصن اور جعفر بن ابی طالب اور ان کے علاوہ بہت سے صحابۂ کرام ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جن کے لئے جنت کی شہادت دی ہے ہم بھی ان کے لئے شہادت دیتے ہیں، اور ان کے علاوہ کے لئے اس کے متعلق توقف اختیار کرتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ عزوجل کی طرف سونپتے ہیں۔

مشق

۱- عشرہ مبشرہ بالجنۃ کون ہیں؟ دلیل کے ساتھ ذکر کرو

۲- کیا نبی ﷺ نے ان کے علاوہ کے لئے بھی جنت کی شہادت دی ہے؟ اس کی وضاحت کرو

۳- جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی شہادت نہیں دی ہے کیا ہم ان کے لئے شہادت دے سکتے ہیں؟

۱۵- اہل بیت نبی ﷺ

اہل بیت کون ہیں؟

اہل بیت وہ آل نبی ﷺ ہیں جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے، اور وہ ہیں ال علی بن ابی طالب اور ال جعفر، اور ال عقیل، اور ال عباس اور بنو الحارث بن عبدالمطلب اور ازواج النبی ﷺ۔

اہل بیت کی فضیلت کے دلائل

اللہ تعالی نے فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ (الاحزاب:۳۳)

نبی کے گھر والو اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کرے اور تم کو خوب صاف ستھرا بنادے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذكركم الله فی اهل بيتی ۔ (مسلم: ح رقم ۲۴۰۸)

میں اپنے گھر والوں کے متعلق تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔

ازواج النبی ﷺ کا آپ کے اہل بیت میں داخل ہونا

اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا، وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَوٰةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا، وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا۔ (الاحزاب:۳۲،۳۴)

اے نبی کی ازواج تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو - غیر مردوں سے -دبی زبان سے بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں مرض ہے وہ لالچ کرنے لگے اور بھلی بات کیا کرو، اور اپنے گھروں میں جمی رہو، اور اگلی جاہلیت کے زمانہ کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو اور نماز قائم کیا کرو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو، نبی کے گھر والو اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دور کرے اور تم کو خوب صاف ستھرا بنا دے اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت (حدیثیں) پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد کرتی رہو بے شک اللہ لطف ومہربانی کرنے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم الذی لا یشك فیه من تدبر القرآن: أن نساء النبی

ﷺ داخلات فی قوله: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ وإن كانت تحل لهن الصدقة دون سائر اهل البيت، فإن سياق الكلام معهن ولهذا قال بعد هذا كله: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ اى واعملن بما ينزل الله — تبارك وتعالى — على رسوله ﷺ فى بيوتكن من الكتاب والسنة، قال قتادة وغير واحد: (وَاذْكُرْنَ) هذه التى خصصتن بها من بين النساء۔

پھر قرآن کو تدبر سے پڑھنے والا جس بات میں شک نہیں کر سکتا وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ اگر چہ تمام اہل بیت کے علاوہ صدقہ ان ازواج کے لئے حلال ہے کیونکہ سیاق کلام یہاں ازواج کے متعلق ہے، اسی لئے اس سب کے بعد فرمایا ہے ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ پر تمہارے گھروں میں کتاب وسنت سے جو بات نازل فرمائے ان پر عمل کرو، قتادہ وغیرہ نے کہا ہے: (واذکرن) یہی وہ چیز ہے جس سے ازواج النبی دیگر عورتوں کے درمیان خاص کی گئی ہیں۔

اہل بیت سے متعلق وصیت

حدیث: ''اذکر کم اللہ فی أھل بیتی '' اپنے اہل بیت کے متعلق میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں ابھی گزر چکی ہے، پس اہل سنت ان سے محبت کرتے ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، اور ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی پاسداری کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ نبی ﷺ کی محبت اور آپ کی عزت وتکریم سے ہے، لیکن یہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ متبعین سنت ہوں، دین پر استقامت رکھتے ہوں جس طرح کہ ان کے سلف عباس اور ان کے بیٹے اور علی اور ان کے بیٹے تھے لیکن جو سنت کی مخالفت کریں اور دین پر استقامت نہ رکھیں تو ایسے لوگوں کی حمایت ومحبت جائز نہیں اگر چہ وہ اہل بیت میں سے ہوں۔

لہذا اہل سنت والجماعت کا موقف اہل بیت سے متعلق اعتدال وانصاف کا موقف ہے ان میں سے اہل دین واستقامت کی حمایت ومحبت رکھتے ہیں، اور جو سنت کے مخالف اور دین سے منحرف ہوں اگر چہ اہل بیت سے ہوں ان سے بے تعلقی رکھتے ہیں، اس کا اہل بیت اور قرابت رسول سے ہونا اس کے لئے کچھ بھی نافع نہیں تا آں کہ اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ حين انزل عليه ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (الشعراء: ٢١٤) فقال: يا معشر

قريش – أو كلمة نحوها – اشتروا انفسكم، لا اغنى عنكم من الله شيئا، يا بني عبد مناف لا أغنى عنكم من الله شيئا، يا عباس بن عبد المطلب لا اغنى عنك من الله شيئا يا صفية عمة رسول الله ﷺ لا اغنى عنك من الله شيئا ويا فاطمة بنت محمد سليني من مالي ما شئت لا اغنى عنك من الله شيئا ۔ (بخاری:۳/۱۹۰، مسلم: ح رقم ۲۰۶، ص ۱۹۲)

جس وقت رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل کی گئی یعنی: اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ، تو آپ نے فرمایا اے قریش کی جماعت یا اسی کے مثل اور کوئی کلمہ، اپنی جان کو بچاؤ میں اللہ کی پکڑ سے تمہیں بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اے بنو عبد مناف میں اللہ کی پکڑ سے تمہیں بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اے عباس بن عبدالمطلب میں اللہ کی پکڑ سے آپ کی نجات کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی میں اللہ کی پکڑ سے آپ کو بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اور اے فاطمہ بنت محمد میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو میں اللہ کی پکڑ سے تمہیں بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

اور ایک حدیث میں ہے:

من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه ۔ (مسلم: ح رقم: ۲۶۹۹، ص ۲۰۷۴)

جس کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

اور اہل سنت والجماعت ایسے لوگوں سے اظہار برأت کرتے ہیں جو بعض اہل بیت کے متعلق غلو کرتے اور ان کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو اصحاب استقامت اہل بیت سے عداوت رکھتے اور ان کی طعنہ زنی کرتے ہیں، اور ان اہل بدعت اور خرافیوں سے بھی جو اہل بیت کا توسل اختیار کرتے اور اللہ کو چھوڑ کر انہیں رب بناتے ہیں۔

اہل سنت اس باب میں اور اس کے علاوہ دیگر امور میں معتدل منہج اور صراط مستقیم پر ہیں جس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط۔

مشق

۱-اہل بیت کون ہیں؟

۲ -اہل بیت کی فضیلت اور ان کے حقوق دلیل کے ساتھ ذکر کرو۔

۳-کیا ازواج النبی ﷺ اہل بیت میں داخل ہیں؟ دلیل سے واضح کرو۔

۴-اہل بیت سے متعلق وصیت کے کیا معنی ہیں؟

۵-اہل بیت سے متعلق اہل سنت کا موقف بیان کرو، وہ غلو کرنے والوں اور جفا کرنے والوں کے درمیان کس طرح وسطیت کے حامل ہیں؟

۱۶۔ مسلمانوں کے ائمہ اور عام لوگوں کے متعلق مسلمان کا فریضہ

تمہید:

مسلم نے ابو رقیہ تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

الدین النصیحة، الدین النصیحة الدین النصیحة، قلنا لمن یا رسول الله؟ قال: لله ولرسوله ولکتابه ولأئمة المسلمین وعامتهم۔ (مسلم: ۱/۷۴، ابوداؤد: ۴۹۴۴)

دین نصیحت ہے، دین نصیحت ہے، دین نصیحت ہے، ہم نے کہا کس کے لئے اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور مسلمانوں کے ائمہ کے لئے اور ان کے عام لوگوں کے لئے۔

اللہ کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت اور اسی سے محبت اور اسی کی تعظیم کی جائے، اسی سے ڈرا جائے، اسی سے امید رکھی جائے، اس کے حکموں کو بجالایا جائے، اور اس کے نواہی سے پرہیز کیا جائے۔

اور اس کے رسول ﷺ کے لئے نصیحت یہ ہے کہ آپ نے جو خبر دی ہے اس کی تصدیق کی جائے، آپ نے جو حکم دیا ہے اس کی اطاعت کی جائے، آپ کی سنتوں کی اتباع کی جائے آپ کی سیرت پر چلا جائے آپ سے محبت کی جائے اور یہ کہ ہم اللہ کی عبادت اسی کے مطابق کریں جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔

اور اللہ کی کتاب کے لئے نصیحت یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس کے احکام پر عمل کیا جائے، اور رات کی ساعتوں اور دن کے اطراف میں اس کی تلاوت ایسے طریق پر کی جائے جس سے اللہ راضی ہو۔

اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ان کیلئے دعاء کی جائے، ان سے محبت کی جائے، اور اللہ کی اطاعت کے حدود میں ان کی اطاعت کی جائے۔

اور عام مسلمانوں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ان کو بھلائیوں کا حکم دیا جائے انہیں برائیوں سے روکا جائے، اور یہ کہ ہم ان کے لئے بہتری ایسے ہی محبوب رکھیں جیسے اپنے لئے محبوب رکھتے ہیں اور ان کے لئے خیر اور مساعدت پہونچانے کی حتی المقدور کوشش کریں۔

حاکم کی اطاعت کا حکم

امام کی اطاعت کے وجوب پر کتاب وسنت اور اجماع سلف امت کی دلالت پائی جاتی ہے، اگر چہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت کے حدود میں زیادتی

کا مرتکب ہو جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ دے، لیکن اگر معصیت کا حکم دے تو خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے، جیسے کہ اس کے پیچھے نماز واجب ہے اور حج و جہاد بھی اور اجتہاد کے مواقع پر اس کی اطاعت کی جائے گی اور اجتہاد کے مواقع پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے کہ اس کے متبعین اس کی اطاعت کریں، بلکہ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی اطاعت کریں اور اس کی رائے کے لئے اپنی رائے چھوڑ دیں، جماعت اور اتحاد کی مصلحت اور افتراق واختلاف کا فساد خاص مصالح سے عظیم تر ہے، ساتھ ہی مشروع طریقوں سے ائمہ کے لئے نصیحت اور ان سے ترک نزاع اور ان کے خلاف عدم بغاوت واجب ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ولا نرى الخروج على أئمتنا وولاة امورنا وإن جاروا، ولا ندعو عليهم ولا ننزع يدا من طاعتهم، ونرى طاعتهم من طاعة الله عز وجل فريضة مالم يأمروا بمعصية، وندعوا بالصلاح والمعافاة۔

ہم اپنے ائمہ اور حکام کے خلاف خروج کو صحیح نہیں سمجھتے اگر چہ وہ ظلم کریں نہ ان پر بددعا کرتے ہیں اور نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ ہم ان کی اطاعت کو فرض سمجھتے ہیں جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دیں اور ہم ان کے لئے صلاح وعافیت کی دعا کرتے ہیں۔

اس کے دلائل

کتاب اللہ سے دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

يَـا اَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا اَطِيْـعُوْا اللّٰه وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔ (النساء:۵۹)

اے مسلمانو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حاکم کی۔

سنت کے دلائل درج ذیل ہیں:

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

من اطاعني فقد اطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله، ومن يطع الأمير فقد اطاعني، ومن يعص الأمير فقد عصاني ۔ (بخاری:۱۳۰/۱۱۱، مسلم:۳/۱۴۶۶)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

على المرأ المسلم السمع والطاعة فيما احب وكره إلا أن يؤمر بمعصية، فإذا أمر بمعصية فلا سمع

ولا طاعة ۔ (بخاری: مع الفتح: ۱۳/۱۳۰)

مسلمان پر سمع وطاعت ضروری ہے خواہ پسندیدہ امر ہو یا ناپسندیدہ، سوا اس کے کہ معصیت کا حکم دیا جائے، اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو سمع وطاعت نہیں ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من رأى من أميره شيئا يكرهه فليصبر، فإنه من فارق الجماعة شبرا فمات، فميتته جاهلية ۔ (بخاری مع الفتح: ۱۳/۵، مسلم: ۳/۱۴۷۷)

جو شخص اپنے امیر سے کوئی ایسی چیز دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو صبر کرے، اس لئے کہ جو شخص بالشت بھر جماعت سے جدا ہوا پھر مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی ہے۔

یہ احادیث جماعت کو لازم پکڑنے اور اولوالأمر سے عدم نزاع کے وجوب اور اس کے مخالف کے لئے وعید شدید پر دلالت کرتی ہیں:

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثلاث خصال لا يغل عليهن قلب مسلم: اخلاص العمل لله، والنصيحة لولاة الأمور، ولزوم جماعتهم، فإن دعوتهم تحيط من ورائهم۔ (مسند احمد: ۴/۸۰، ۸۲)

تین خصلتیں ایسی ہیں کہ مسلمان کا دل ان پر خیانت نہیں کرتا ہے،

اللہ کے لئے اخلاص عمل، حکام کے لئے نصیحت اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنا، اس لئے کہ ان کی دعاء بعد کے لوگوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

سنت یہ ہے کہ امام کو نصیحت رازداری کے ساتھ کی جائے، بھڑ کانے اور خوف زدہ کرنے سے پرہیز کیا جائے، اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی عاصم وغیرہ نے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اراد أن ينصح لذی سلطان فلا يبدها علانية، وليأخذ بيده فإن سمع منه فذاك، وإلا كان أدى الذی عليه۔ (السنۃ لابن ابی عاصم:۲/ ۵۰۷ بسند صحیح)

جو شخص کسی حاکم کو نصیحت کرنا چاہے تو علانیہ نہ کرے، اس کا ہاتھ پکڑے اگر وہ سن لے تو یہی مطلوب ہے ورنہ اس نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

قرآن وسنت کے یہ تمام نصوص اللہ کی معصیت کے علاوہ امور میں ائمہ مسلمین اور والیوں کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں، ان سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱- اللہ کی معصیت کے علاوہ تمام احوال میں سمع وطاعت واجب ہے

۲- ائمہ اور حکام جب نصیحت قبول نہ کریں تو ان کے خلاف خروج وبغاوت صحیح نہیں

۳- جس شخص نے حکام کو مشروع طریقے سے نصیحت کی اور ان پر

انکار کیا تو وہ گناہ سے بری ہوگا

۴- فتنہ انگیزی اور فتنہ انگیزی کے اسباب سے ممانعت جیسے اشتعال انگیزی، عوام کو بغاوت پر آمادہ کرنا، نصیحت وتوجیہ پر غیر علماء کا قیام، معاملات میں دہشت انگیزی، پائے جانے والے مخالف امور کے بیان میں مبالغہ، عامۃ الناس کا لایعنی کلام، معاملہ نا اہل کو سونپنا، بغیر علم کے جہال کا میدان دعوت میں داخلہ اوران جیسے دیگر امور جو مسلم معاشرہ میں انتشار کا ذریعہ بنتے ہیں

۵- حکام کے خلاف عدم خروج و بغاوت جب تک ان سے کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو جائے

مشق

۱- قال رسول اللہ ﷺ: الدین النصیحۃ ...... الخ اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور ائمہ اور ان کے عام لوگوں کے لئے نصیحت کے معنی بیان کرو۔

۲- اہل سنت والجماعت کا منہج ہے کہ حاکم کی اطاعت اللہ کی معصیت کے علاوہ کام میں واجب ہے، کتاب وسنت کے دلائل سے واضح کرو۔

۳- حاکم کو نصیحت کی کیفیت کیا ہے؟ دلیل سے واضح کرو۔

۴- حاکم کی اطاعت کے وجوب پر وارد نصوص بہت سے فوائد پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے پانچ کا ذکر کرو۔

۱۷- دین میں اختلاف وتفرق کی مذمت اور اس کی خطرناکی

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے امت کو اجتماع، اتحاد کلمہ، اور شیرازہ بندی کا حکم اس اساس پر دیا ہے کہ کتاب وسنت کو خوب مضبوطی سے مل جل کر تھام لیا جائے، اور تفرق وانتشار سے منع فرمایا ہے، اور دونوں جہان میں اس کی خطرناکی کو امت پر واضح کر دیا ہے، اس کے حصول کے لئے اصول وفروع میں ہمیں کتاب اللہ سے فیصلہ لینے کا حکم دیا ہے، اور ہر ایسے سبب سے ہمیں روکا ہے جو تفرق وانتشار کی طرف لے جانے والا ہو۔

لہذا نجات کا صحیح طریق: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھام لینا ہے، یہی ان کے لئے مضبوط قلعہ اور محفوظ پناہ گاہ ہے جنہیں اللہ توفیق عطا فرمادے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔
(ال عمران:۱۰۳)

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ و اور متفرق نہ ہونا اور اپنے اوپر اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جب تم دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیئے تو تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڈھے کے کنارے آ لگے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

تفرق کی خطرناکی

اللہ نے تفرق کی مذمت کی ہے اور ایسے طرق اور اسباب سے روکا ہے جو تفرق کی طرف لے جانے والے ہوں انہیں طریقوں نے مسلمانوں کو مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ان کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے اور انہیں دشمنوں کے لئے لقمہ تر بنا دیا ہے، یہ تعداد اور سامان کی تیاری کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ ان کے شیرازہ کے انتشار اور تفرق کلمہ کے سبب سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

توشك أن تتداعى عليكم الأمم كما تتداعى الأكلة على قصعتها، قالوا: أمن قلة نحن يومئذ يا رسول الله ؟ قال بل أنتم كثيرون ، ولكنكم غثاء كغثاء السيل ـ (مسند احمد:۵/۲۷۸، ابوداؤد:۴/۴۸۳ بسند صحیح)

قریب ہے کہ قومیں دشمنی میں متفق ہو کر تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے اپنے پیالوں پر پل پڑتے ہیں لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا ہم اس وقت کم تعداد میں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم بڑی تعداد میں ہو گے لیکن سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو گے۔

۔ تفرق سے روکنے والے کتاب وسنت کے نصوص

کتاب وسنت میں بہت زیادہ نصوص آئے ہیں جو تفرق واختلاف سے روکتے اور اس کے برے انجام کو واضح کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں اس کا برا انجام انتشار اور آخرت میں عذاب، رسوائی اور روسیاہی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ، يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ، وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔

(آل عمران: ۱۰۵، ۱۰۷)

اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جو صاف صاف حکم آنے کے بعد متفرق ہوئے اور اختلاف کرنے لگے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن کہ کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے کالے ہوں گے

تو جن کے چہرے کالے ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو گئے تھے، اب کفر کے بدلے عذاب چکھو اور جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت - جنت - میں ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ابن عباس کہتے ہیں:

تبیض وجوہ اهل السنة والجماعة وتسود وجوہ اهل البدعة والفرقة.

اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے کالے ہوں گے۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعاً لَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ. (الانعام:۱۵۹)

جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فرقے فرقے بن گئے تم کو ان سے کوئی غرض نہیں ان کا کام اللہ کے حوالہ ہے پھر وہی ان کو بتائے گا جو وہ کرتے تھے۔

یہ آیات تفرق کی مذمت اور دنیا اور آخرت میں امت کے لئے اس کی خطرناکی پر دلالت کرتی ہیں، اور اہل کتاب یہود ونصاری کے ضائع

ہونے اور لوگوں میں واقع ہونے والے تمام انحرافات کا سبب یہی ہے۔

تفرق واختلاف کی مذمت اور جماعت اور اتحاد پر ابھارنے کے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

احمد اور ابو داؤد نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

ألا إن رسول الله ﷺ قام فينا فقال: ألا إن من كان قبلكم من اهل الكتاب افترقوا على اثنتين وسبعين ملة وإن هذه الأمة ستفترق على ثلاث وسبعين ملة ، اثنتان وسبعون منها فى النار و واحدة فى الجنة وهى الجماعة .

(احمد: ۱۵۲/۴، ابوداؤد: ۵/۵ بسند صحیح)

رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: سنو تم سے پہلے کے اہل کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں ہوگا اور وہ ''الجماعۃ'' ہے۔

نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر جہنم میں ہوں گے، بے شبہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو بے فائدہ چیزوں میں مشغول ہوئے جیسے کہ ان سے پہلے کے لوگ بے فائدہ چیزوں میں مشغول ہوئے تھے۔

پھر یہ اختلاف جس کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے یا تو صرف دین میں ہے یا دین اور دنیا دونوں میں ہے پھر وہ دین کی طرف لوٹ جاتا ہے، اور کبھی اختلاف صرف دنیا میں ہوتا ہے۔

بہرصورت تفرقہ واختلاف کا وقوع امت میں لازم ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے امت کو اس سے ڈرایا ہے تاکہ اللہ جس کے لئے سلامتی چاہے وہ اس میں واقع ہونے سے نجات پا جائے۔

سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب اختلاف وتفرق ہے

قرآن وسنت پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب تفرق اور کثرت اختلاف ہے اور خاص طور سے کتاب میں اختلاف

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

أدرك هذه الأمة لا تختلف في الكتاب كما اختلفت فيه الأمم قبلهم، لما رأى أهل الشام وأهل العراق يختلفون في حروف القرآن، الاختلاف الذي نهى عنه رسول الله ﷺ۔

اس امت کو بچائیے کہ قرآن میں ایسا اختلاف نہ کرے جیسا کہ اس سے پہلے کی امتوں نے اپنی کتاب میں کیا۔ جب انہوں نے اہل شام اور اہل عراق کو دیکھا کہ قرآن کے حروف میں ایسا اختلاف کرتے ہیں جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

اس سے دو چیزوں کا فائدہ معلوم ہوا:

۱- اس طرح کے امور میں اختلاف کی تحریم

۲- ہم سے پہلے کی امتوں سے عبرت اور ان کی مشابہت سے پرہیز

اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتَابِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَّعِيْدٍ . (البقرہ:۱۷۶)

یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے وہ ضد میں سچائی سے دور پڑ گئے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بِعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ . (ال عمران:۱۹)

اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا وہ سچا علم ان کے پاس آجانے کے بعد آپس کی ضد اور سرکشی کے سبب سے ہے

اور بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ذرونی ما ترکتکم، فإنما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبياء هم ، فإذا نهيتكم عن شیء فاجتنبوه وإِذَا اَمَرْتُكُمْ بِأمر فَأتوا منه مَا اسْتَطَعتم .

(بخاری مع الفتح: ۱۳/ ۲۵۱، مسلم: ۲/ ۹۷۵)

تم لوگ مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم سے پہلے کے لوگ کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی بنا پر ہلاک ہوئے لہذا جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے بچو اور جب تمہیں حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ۔

کیا اختلاف رحمت ہے؟

بعض لوگ دعوی کرتے ہیں کہ اختلاف رحمت ہے، اس کے لئے ان کا اعتماد ایک موضوع روایت پر ہے یعنی ''اختلاف امتی رحمۃ'' میری امت کا اختلاف رحمت ہے، یہ قول کتاب وسنت اور عقل سے مردود ہے، بعض آیات اور احادیث اختلاف وتفرق کی مذمت میں گذر چکی ہیں جو تدبر وتامل کرنے والوں کے لئے کافی ہیں

بلکہ قرآن نے بتلایا ہے کہ اختلاف رحمت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی ضد ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۔ (ھود: ۱۱۸، ۱۱۹)

وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تیرا رب رحم کرے

اور جس حدیث سے ایسا دعوی کرنے والوں نے استدلال کیا ہے وہ باطل ہے، اور کسی حال میں صحیح نہیں ہے، اور سنت کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

اس دعوی کے بطلان کے لئے یہ کافی ہے، مزید یہ کہ یہ عقل کے بھی خلاف ہے کوئی عاقل تصور نہیں کر سکتا کہ اختلاف رحمت ہو سکتا ہے جس کے خطرناک نتائج ہم معلوم کر چکے ہیں جس سے باہم کینہ، بغض اور قطع تعلق پیدا ہوتا ہے، بلکہ اختلاف کے سبب سے کتنا قتال ہوا اور کتنی جنگیں برپا ہوئیں حتی کہ فروعی مسائل میں اختلاف بھی ان کا سبب بنا جن میں اجتہاد جائز ہے اور اگر اشخاص کے لئے تعصب کی بنا پر نہ ہو تو مذموم نہیں ہے، اس کے شواہد بہت ہیں یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

اور ہم اختلاف کو رحمت سمجھنے والوں کی تشبیہ قائل کے اس قول سے دیتے ہیں ۔

كفى بك داء أن ترى الموت شافيا
وحسب المنايا أن يكن أمانيا

تمہاری بیماری کے لئے کافی ہے کہ تم موت کو شافی سمجھو اور موت کے لئے کافی ہے کہ وہ آرزو بن جائیں۔

افتراق واختلاف سے نجات کا راستہ

وہ حدیث گذر چکی ہے جس میں یہ بیان ہے کہ فرقہ ناجیہ "الجماعة" ہے اور "الجماعة" سے مراد وہی لوگ ہیں جو نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے منہج کے مطابق چلتے ہیں، اس سے کتراتے نہیں اور نہ دائیں بائیں مائل ہوتے ہیں۔

شاطبی رحمہ اللہ نے الاعتصام میں لکھا ہے:

إن الجماعة ما كان عليه النبی ﷺ واصحابه والتابعون لهم باحسان۔

جماعت وہ ہے جس پر نبی ﷺ آپ کے اصحاب اور تابعین کرام قائم تھے۔

اس لئے اختلاف سے نجات کا راستہ قول وعمل اور اعتقاد میں اہل سنت کے منہج کی اتباع اور ان کی عدم مخالفت اور ان سے عدم علاحدگی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء:۱۱۵)

ہدایت واضح ہو جانے کے بعد جو شخص رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلے تو ہم اس کو اسی راہ پر چلنے دیں گے اور پھر جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔

نیز ارشاد ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (الانعام:۱۵۳)

یہ میری سیدھی راہ ہے اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو وہ تم کو اللہ کی راہ سے متفرق کردیں گی یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے تا کہ تم نافرمانی سے بچتے رہو۔

ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تجتمع امتی علی ضلالة – أو قال – أمة محمد علی ضلالة ، وید الله علی الجماعة (ترمذی:۴/ ۴۶۶ وغیرہ بسند صحیح)

میری امت گمراہی پر اکھٹا نہیں ہوگی یا فرمایا کہ محمد کی امت گمراہی پر اکٹھا نہیں ہوگی اور اللہ کا ہاتھ "الجماعة" پر ہے۔

آخری بات یہ کہ اختلاف سے نجات کا راستہ اور سعادت کا عنوان اور اختلاف سے سلامتی، اور اللہ کے عذاب سے سبب نجات کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا ہے، وہ کتاب عزیز کہ باطل نہ جس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے جو حکمت والے قابل تعریف اللہ کی نازل کردہ ہے، اسی طرح سنت مطہرہ کو مضبوطی سے پکڑنا نجات کا راستہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جو کہ دل کی خواہش سے بات نہیں کرتے بلکہ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم:۴) ان کی جو بات ہے وہ وحی ہی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے اس لئے یہ دونوں یعنی کتاب وسنت اسلامی عقیدہ وشریعت

کے دو تنہا مصدر ہیں جو منہج بھی اس طریق کے مخالف ہوگا وہ خائب و خاسر منہج ہوگا، لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہی مومنین کا راستہ اور رب العالمین کی رضا تک پہونچنے کا طریق اور مضبوط قلعہ ہے، یہی وہ منہج ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی امت کو مبتدعین کی بدعات، باطل پرستوں کے غلط انتساب اور جاہلوں کی تاویلات اور غلو پسندوں کی تحریفات سے محفوظ رکھتا ہے، یہ وہ طریق ہے جس کے ذریعہ آغاز اسلام میں امت کے احوال درست ہوئے، اور ہمارے لئے کوئی فلاح اور کامیابی نہیں مگر اس میں کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے، امام دار الہجرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

لا يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها۔

اس امت کا آخری گروہ اسی طریق سے اصلاح یاب ہوگا جس طریق سے اس کا پہلا گروہ اصلاح یاب ہوا تھا۔

مشق

۱- اللہ تبارک وتعالی نے اجتماع کلمہ کا حکم دیا ہے اور اختلاف سے خبر دار کیا ہے، اسے کتاب وسنت کے دلائل سے واضح کرو۔

۲- تفرق وانتشار کی خطرناکی دلیل کے ساتھ بیان کرو۔

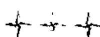
۳- قرآن وسنت تفرق سے ممانعت پر دلالت کرتے ہیں اس سے متعلق

دو دلیلیں ذکر کرو۔

۴۔ اختلاف سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب ہے، اسے دلیل کے ساتھ وضاحت سے بیان کرو۔

۵۔ بعض لوگ دعوی کرتے ہیں کہ اختلاف رحمت ہے، اس قول کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان کرو۔

۶۔ اختلاف سے سلامتی کا کیا راستہ ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان کرو۔



فہرست



